در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

ناشر شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

اشاعتِ خصوصی

بوالبرکات

سید حسن

رحمۃ اللہ علیہ

قادری گیلانی

ٹھٹوی ثم پشاوری

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۳/۱۴ — جلد نمبر ۲

یکم تا ۱۵ مئی سنہ ۱۹۹۳ء — سنہ ۱۴۱۳ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مصنف	صفحہ
(۱)	اشاعت خصوصی		(۱)
(۲)	شذرہ		(۴)
(۳)	ہستم ز دل گدائے تو یا سید حسن علیہ	حضرت جانسوز صاحب (مرحوم)	(۷)
(۴)	حضرت سید عبداللہ شاہ المعروف "صحابی"	مدیر اعلیٰ	(۸)
(۵)	سیرت ابوالبرکات سید حسن قادری الگیلانی	مدیر اعلیٰ	(۱۱)
(۶)	شاہ محمد غوث اکیڈمی کے لیے تحفۂ کتب	مدیر اعلیٰ	(۲۸)
(۷)	ابوالبرکات حضرت سید حسن اور اخلاق حسنہ	محمد انور شاہ قادری ایم اے	(۲۹)
(۸)	سید حسن ہمارا	شیر احمد شاہ صاحب اسد مرحوم و مغفور	(۳۸)
(۹)	حضرت ابوالبرکات سید حسن اور کرامات	حاجی تنویر احمد صاحب	(۳۹)
(۱۰)	حضرت شاہ محمد فاضل خانیاری (کشمیر)	محمد صالح قادری	(۵۳)
(۱۱)	صوت حسن رحمہ اللہ تعالے	ضیاء جعفری صاحب (مرحوم)	(۶۰)
(۱۲)	حضرت سید حسن قادری اور معاصر علماء و مشائخ	فرمان شاہ قادری	(۶۲)
(۱۳)	ابوالبرکات حضرت سید حسن بغدادی ثم پشاوری	خالد نور قادری	(۶۵)

شذرہ

حضرت ابوالبرکات
سید حسن قادری گیلانی کی تبلیغی مساعی جمیلہ

ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی
جناح کالج برائے خواتین
پشاور یونیورسٹی

دسویں صدی ہجری کے آخر میں برصغیر ہند و پاک میں سیاسی چپقلش ' افراتفری اور انتشار اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا ۔ شاہی خاندان اور امراء و وزراء کی باہمی آویزش کی بدولت ہر طرف بدنظمی چھائی ہوئی تھی ۔ ملک کی دینی فضا مسموم ہوچکی تھی ۔ نظریاتی مباحث ' فلسفیانہ مناظرے اور فرقہ ورانہ چپقلش عام ہو چکی تھی ۔ اخلاقی اور روحانی قدریں مٹ چکی تھیں معاشرے میں جہالت ' توہم پرستی ' نفسانفسی ' طبقہ داری اور ناانصافی کا دور دورہ تھا ۔
ان حالات میں اسلام کی سربلندی کے لیے کی جانے والی کوششوں کا سہرا اس وقت کے علمائے مسترشدین کی درسگاہوں اور مشائخ عظام کی خانقاہوں کے سر تھا۔ صوفیائے کرام جنھوں نے ظلمت کدۂ ہند کو نور اسلام سے منور فرمایا ان کے خلفاء اور پیروکاروں نے ہی ہر دور میں ضلالت و گمراہی کے طوفانوں کے سامنے اس چراغ کو روشن رکھا اور اپنے اخلاص و للہیت اور عزم و ہمت سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو قرآن و حدیث اور معرفت الٰہی سے آشنا کیا ۔
علامہ ابوالحسن علی ندوی صوفیائے کرام کی مساعی جمیلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں
"ہمارا ملک ہندوستان جو اسلامی دنیا کے ایک سرے پر واقع ہے دینی ذوق وشوق اور خدا طلبی کا بڑا مرکز رہا ہے یہاں پر ہر دور میں مسلمان سلاطین کی سلطنت کے پہلو بہ پہلو دینی و روحانی حکومت کے آزاد مرکز قائم رہے جہاں سینکڑوں ہزاروں اشخاص اپنے زمانے کی تمام مادی ترغیبات سے آزاد اور حکومت و سیاست کے انقلابات سے بے نیاز ہوکر اپنا کام کرتے تھے ۔

یہی وہ ایمان و ایقان کا سیل نور تھا۔ کہ جس کی درخشندہ کرنیں اہل ہند کے نہاں خانہ قلب کی تاریکیوں کو توحید کی روشنی سے منور کرنے کے لیے تواتر سے آتی رہیں۔ پاکیزگی و تقدس اور تقویٰ و ورع کے سوتے پھوٹتے رہے۔ دل و دماغ کی بنجر و ویران کشت و زار کو سرسبز و شاداب کرتے رہے۔ وہ صاحبان شریعت و طریقت جنہوں نے سرزمین ہند میں کفر و شرک کی تاریکیوں میں توحید الٰہی اور دین مصطفیٰ ﷺ کی شمعیں روشن کیں اور اپنی دینی فہم و فراست سے زہد و تقویٰ فکر و استغناء ' عفو و کرم ' صفائی قلب اور کشف و کرامات کی بدولت ان گنت صاحبان کفر و شرک کو حلقہ بگوش اسلام کیا اور یہی وہ اولوالعزم شخصیات تھیں جو مرکز ذکر و فکر ' محور شریعت و طریقت 'مبداء اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کی مالک تھیں' جن کی آمد سے برصغیر کے عوام کی قسمت جاگ اٹھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہی مرضی اور منشاء تھی کہ ہندوستان کے کروڑوں انسانوں کے دلوں کی دھڑکن میں کلمۂ توحید موجزن ہو۔ ان کے خون کا قطرہ قطرہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی خوشبو سے مہک اٹھے۔ اسی منشائے خداوندی کی تکمیل کے لیے مختلف اوقات میں مختلف سلاسل طریقت سے تعلق رکھنے والے مشائخ عظام و علمائے کرام مطلع ہند پر جلوہ افروز ہوئے اور تادم آخرین رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے اپنی جان' جان آفرین کے حضور نذر کرتے گئے۔

ان برگزیدہ ہستیوں میں ابوالبرکات حضرت سید حسن قادری الگیلانی مشہدی ثم پشاوری رحمت اللہ علیہ کا شمار بھی ہوتا ہے۔ آپ نے تمام زندگی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے ہوئے بسر کی۔ توحید و رسالت کے پیغام کو عام کرنے کے لیے اپنے بزرگوں کی متابعت کرتے ہوئے 'وطن اور گھر بار چھوڑا دین اسلام کی تبلیغ کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت کے لیے ہندوستان ' کشمیر اور افغانستان کے دشوار گزار مقامات کا سفر اختیار کیا۔ یہ تمام سفر آپ نے پیدل طے کیا کیونکہ اس وقت تو موجودہ دور کی سہولتوں کا تصور بھی نہ تھا۔ اپنے عیش و آرام کو قربان کرتے ہوئے سفر کی تکلیف دہ صعوبتیں برداشت کیں۔ موسمی اور دیگر ناقابل بیان مصائب جھیلے۔ لیکن اپنے دینی و روحانی مشن کو رضائے الٰہی کے لیے جاری رکھا۔ جہاں بھی گئے مسجدیں تعمیر کیں 'ان میں قرآن و حدیث کے درس قائم کئے' ذکر الٰہی اور نعت رسول مقبول ﷺ کی محافل سے انہیں آراستہ کیا۔ لوگوں کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب فرمایا۔ غریبوں مسکینوں اور ناداروں کے لیے لنگر جاری فرمایا۔ مخلوق خدا کی فلاح و بہبود'خدمت خلق اور آپ کے اخلاق کریمانہ کی بدولت لوگوں کے لئے آپ کی ذات ستودۂ

صفات میں ایک مقناطیسی کشش پیدا ہوگئی تھی ۔ اور ہزاروں کی تعداد میں عوام و خواص نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرکے فیوض و برکات حاصل کیے ۔ یاد الٰہی اور سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور سلوک و عرفان کی منازل طے کر کے انسانیت ناقصہ سے نکل کر انسانیت کاملہ کے مقام پر فائز ہو کر دوسروں کی اصلاح و تربیت پر مامور ہوئے۔

آپ رحمت اللہ علیہ کے وصال کو آج جبکہ دو سو اٹھانوے برس گزر چکے ہیں لیکن آپ کی تعلیمات اب بھی مینارۂ ہدایت ہیں اور آپ کا نام زندہ و پائندہ اور درخشاں ہے۔ چنانچہ آپ رحمت اللہ علیہ کی یاد میں جاری کیا جانے والا پندرہ روزہ "الحسن" کی یہ خصوصی اشاعت دو شماروں (۱۳ / ۱۴) پر مشتمل ہے۔ اور اس میں حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری الگیلانی رحمت اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر مضامین شامل کیے گئے ہیں تاکہ قارئین "الحسن" اس برگزیدہ شخصیت کو پہچانیں اور ان کی تعلیمات کو اپنے لیے مشعل راہ بنا کر دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات حاصل کریں

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری الگیلانی کی اولاد امجاد اور عقیدت مندوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آنجناب کی تعلیمات و اخلاق حسنہ کو اپنے لیے لائحہ عمل بنائیں اور ان کے نقش پاء پر چلتے ہوئے موجودہ دور کی بے راہ روی 'بدعقیدگی و بداخلاقی اور ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں کو ختم کرنے کے لیے آنجناب کی تعلیمات سے عوام الناس کے قلوب و اذہان کو منور کریں

نیز ان کے پیغام محبت کو آنے والی نسلوں کے لیے پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بابرکت ہستی سے محبت و عقیدت عطا فرمائے اور ان کے اخلاق حسنہ سے ہمیں مزین فرمائے اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین ثم آمین

پندرہ روزہ الحسن پشاور (سید حسن نمبر) یکم، ۱۶ مئی ۱۹۹۳ء

ما ہستم ز دل گدائے تو یا سید حسن رحمۃ اللہ علیہ

از جناب حضرت جانسوز صاحب مرحوم

ہستم ز دل گدائے تو یا سید حسن
صد جان و دل فدائے تو یا سید حسن

سرو ز باغ حسن مثنیٰ باشرف
زاں دارم التجائے تو یا سید حسن

فرزند غوث الاعظم و سلطان اولیاء
ہر لحظہ صد ثنائے تو یا سید حسن

ہر کس بقصد روضہ بمقصود می رسد
بیگانہ آشنائے تو یا سید حسن

درد و فراق دوری و ہجران تابکے
یک وصل دہ زعطائے تو یا سید حسن

در حلقہ ہائے ذکر مریداں چہ فرحت است
دارند بہ دل ہوائے تو یا سید حسن

جانسوز را نہ درگہ عالی خود مراں!
باشد سگ سرائے تو یا سید حسن

رحمۃ اللہ علیہ

غوث اعظم سید السادات سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں لہٰذا ان ہر دو بنا پر یہ کہنا انتہائی صائب اور درست ہے کہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی رحمتہ اللہ علیہ بلحاظ نسب شریف حسنی اور حسینی ہونے کی مقدس خصوصیت سے ممتاز ہیں

عزت مآب حضرت سید عبداللہ شاہ المشہور صحابی رحمتہ اللہ علیہ بغداد شریف (عراق) سے اکیلے ٹھٹھہ (سندھ) تشریف لائے حضرت شیخ المحدثین سید شاہ محمد غوث صاحب رحمتہ اللہ علیہ پشاوری ثم لاہوری بن قطب الاقطاب ابوالبرکات سید حسن صاحب ٹھٹھوی ثم پشاوری رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں(۱) "وجد فقیر سید عبداللہ از بغداد چوں بہ ملک تتہ (ٹھٹھہ) تشریف آوردند در آنجا بخانہ بعضے سادات متاھل شدند و والد فقیر ہمانجا متولد شدند" یعنی' اس فقیر کے دادا سید عبداللہ صحابی جب بغداد سے ٹھٹھہ تشریف لائے تو وہاں کے ایک سادات گھرانے میں آپ نے شادی کی اور اس فقیر کے والد وہاں ہی پیدا ہوئے" حضرت سید محی الدین صاحب المعروف سید غلام صاحب رحمت اللہ علیہ (جو کہ حضرت محدث جلیل سید شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے و مرید اور خلیفہ مجاز ہیں) تحریر فرماتے ہیں!(۲)

" چوں اوشاں (سید عبد اللہ) بعزم سیاحت از بغداد شریف کہ وطن اصلی آبائو اجداد ایشاں بود برآمدند اتفاقاً درملک تہتہہ (ٹھٹھہ) رسیدند و انجا بموجب لہذالماء اللہ من قید الحدید چند روز توقف بو قوع آمد مردم آنملک بسیار گرویدہ شدند و معتقد شدند وہر گز نگزاشتند کہ ازانجا بجائے دیگر تشریف فرمائند" ۔

یعنی' "جب آپ (حضرت سید عبد اللہ صحابی اپنے آبائی وطن بغداد شریف سے بغرض سیاحت نکل پڑے تو اتفاق سے ٹھٹھہ پہنچے' اور وہاں پر ۔مصداق اس عربی مقولہ کے کہ آب و دانہ کی زنجیریں فولادی زنجیروں سے مضبوط تر ہوتی ہیں' قیام فرمایا۔ وہاں کے لوگ آپ کے گرویدہ اور معتقد ہوگئے اور آپ کو کسی دوسری جگہ جانے نہ دیا۔ کچھ دن ٹھٹھہ میں قیام فرمانے کے بعد آپ (رحمتہ اللہ علیہ) نے وہاں کے صحیح النسب سادات کے ہاں شادی کرلی جیسا کہ جناب محدث جلیل عمدۃ الکاملین حضرت سید شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ پشاوری ثم لاہوری تحریر فرماتے ہیں(۳)

(۱) قلمی رسالہ بنام "خوارق العادات" یعنی بعضے کرامات سید حسن بادشاہ' یہ رسالہ اس (فقیر) کے پاس موجود ہے

(۲) قلمی رسالہ از حضرت موصوف

(۳) قلمی رسالہ از حضرت موصوف رحمتہ اللہ علیہ اسی رسالہ کا ایک قلمی نسخہ یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔

"درانجا بخاطر بعضے سادات متاہل شدند و والد فقیر ہما نجا متولد شدند" یعنی ' وہاں کے ایک سادات گھرانے میں آپ نے شادی کرلی اور اس فقیر کے والد وہاں ہی پیدا ہوئے"۔

عالی مرتبت جناب سید غلام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اس جگہ کے لوگ آپ کے گرویدہ ہوئے اور انتہائی عقیدت کی وجہ سے آنجناب کو مستقل طور پر ٹھٹھہ ہی میں رہنے پر مجبور کیا فرماتے ہیں(۱) "پس نوخانہ بعضے سادات صحیح النسب کہ متوطن ی ملک بودند متاہل شدند' حق تعالیٰ بایشاں دو فرزند عطا فرمود یکے را بحضرت حسن ' و دوئم را بحضرت سید محمد فاضل نامیدند"۔ لہٰذا آپ نے اسی جگہ کے ایک **صحیح النسب** سید گھرانے میں شادی کر لی 'خداوند بزرگ و برتر نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے۔ ایک کا نام سید حسن اور دوسرے کا نام سید محمد فاضل رکھا"۔

یہاں پر ایک غلطی کا ازالہ کرنا بہت ضروری ہے جو کہ بعض ماضی اور حال کے تذکرہ نویسوں سے ہوئی ہے اور یہ غلطی عدم تحقیق کا نتیجہ ہے۔ جناب اصغر ملک صاحب روزنامہ مشرق پشاور مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۷۱ء میں حضرت سید عبداللہ صحابی رحمت اللہ علیہ کے فرزند ارجمند جناب ابوالبرکات حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ پر ایک مضمون لکھتے ہیں جس میں تحریر ہے کہ حضرت سید حسن بادشاہ کے دادا "مزار شریف" سے ٹھٹھہ تشریف لائے اور انہوں نے یہاں تشریف لانے کے بعد ٹھٹھہ کے سادات میں شادی کرلی"

پھر روزنامہ مشرق پشاور ۵ ستمبر میں ایک مضمون بعنوان "حضرت سید عبداللہ صحابی" ان ہی اصغر ملک صاحب نے لکھا ہے۔ جس میں لکھتے ہیں "گجرات سے ٹھٹھہ تشریف لائے" قطعاً غلط ہے۔ جناب محترم پیام شاہ جہان پوری نے حضرت شیخ الحدیث سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کی زندگی پر ایک کتاب بنام "تذکرہ شاہ محمد غوث" لکھی وہ ص ۲۰ پر لکھتے ہیں حضرت شاہ محمد غوث کے جد امجد کے نام اور ہندوستان میں تشریف آوری کا تعین کرتے ہوئے تقریباً تمام تذکرہ نویسوں سے ایک سہو ہوگیا اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے آپ کے جد امجد کا نام سید محمود قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ بغداد سے ترک وطن کرکے سندھ تشریف لائے اور ٹھٹھہ میں سکونت اختیار کرلی' چنانچہ لاہور کے مشہور مورخ مفتی غلام سرور **صاحب حدیقتہ الاولیاء** سے بھی یہ سہو ہوا۔ اور بعد کے تمام تذکرہ نویسوں نے یہ غلط واقعہ درج کردیا۔ زمانہ حال کے ایک تذکرہ نویس مولانا غلام دستگیر نامی مرحوم نے بھی اپنے رسالہ میں حضرت شاہ محمد غوث کے جدامجد کا نام سید محمود لکھا ہے اور ان کی بغداد

سے تشریف آوری کا تذکرہ کیا ہے۔ حالاں کہ یہ درست نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ حضرت سید محمود ' حضرت شاہ محمد غوث کے جدامجد نہیں ' جدامجد کے والد گرامی تھے اور وہ جناب رحمت اللہ علیہ کبھی سندھ نہیں آئے ' بلکہ بغداد میں رہے اور وہیں فوت ہوئے۔ آپ کے جد امجد کانام سید عبداللہ تھا اور یہی سید عبداللہ رحمت اللہ علیہ بغداد سے ترک سکونت کر کے سندھ تشریف لائے تھے۔ ان کا مزار ٹھٹھہ میں موجود ہے اور مرجع خلائق ہے "

قلمی رسالہ بر خوارق العادات یعنی "بعضے کرامات سید حسن رحمت اللہ علیہ

روزنامہ مشرق پشاور مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۷۱ء والے مضمون میں جناب اصغر ملک صاحب لکھتے ہیں۔ "ایام طفلی ہی سے آپ کو عبادت و ریاضت کا ذوق تھا ابتدائی تعلیم گھر ہی سے حاصل کی' ساری عمر ذکر و فکر اور عبادت الٰہی میں مصروف رہے "شاید اسی شوق کی وجہ سے آپ کو ازدواجی زندگی سے آزاد رہنے کا خیال پیدا ہوا ہو' چنانچہ تمام عمر مجرد رہے "۔

معلوم نہیں کہ صاحب مضمون نے یہ غلط فقرہ کس طرح لکھ دیا کہ "تمام عمر مجرد رہے" حالانکہ یہی جناب اصغر ملک صاحب ۲۴ جولائی ۱۹۷۱ء کے اسی "روزنامہ مشرق پشاور" میں حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب بن حضرت سید عبداللہ باباالمعروف صحابی رحمتہ اللہ علیہ پرایک مضمون تحریر کرتے ہیں۔ "حضرت کا اسم گرامی سید حسن اور آپ کے والد محترم کا نام سید عبداللہ گیلانی تھا' آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے"۔ معلوم ہوا کہ جناب سید عبداللہ صاحب نے تجرد کی زندگی نہیں گزاری تھی بلکہ شادی کی تھی جس سے آپ کی اولاد ہوئی اور ذرا آگے چل کر خود ہی لکھ دیا۔ "اور ٹھٹھہ ہی میں حضرت سید حسن کی ولادت با سعادت ہوئی بلکہ آپ کے بھائی جناب سید محمد فاضل صاحب خانیاری (سری نگر کشمیر) بھی یہیں ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے"

جناب اعجاز الحق صاحب قدوسی نے تذکرہ صوفیائے سندھ ص ۱۴۴ مطبوعہ ۱۹۵۸ء پر لکھا" ایام طفلی ہی سے آپ کو عبادت کا ذوق تھا ساری عمر ذکر و شغل عبادت الٰہی میں مصروف رہے اور شاید اسی شوق کی وجہ سے آپ کو ازدواجی زندگی سے آزاد رہنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ تمام زندگی تجرد میں گزاری"۔ اصغر ملک صاحب نے بھی جناب قدوسی صاحب کی اس عبارت کو حرف بحرف نقل کیا ہے' مگر جناب قدوسی صاحب نے تذکرہ صوفیائے سرحد کے ص۔ ۳۸۶ اور ص۔ ۳۸۷ پر حضرت سید حسن رحمتہ اللہ علیہ کے عنوان

کے ضمن میں لکھا، "آپ کا اسم گرامی سید حسن ، آپ کے والد کا نام سید عبداللہ گیلانی تھا آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل واسطوں سے شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی و حسینی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

حضرت سید حسن بن، سید عبداللہ بن، سید محمود بن، سد عبدالقادر بن، سید عبدالباسط بن، سید حسین بن، سید قطب العالم بن، سید احمد بن، سید شرف الدین قاسم بن، سید شرف بن، سید بدرالدین حسن بن، سید علاؤالدین علی بن، سید شمس الدین محمد بن، سید شرف الدین یحییٰ بن، سید شہاب الدین احمد بن، سید قطب العالم بن، سید صالح النصر بن، (قطب الدائرہ) سید عبدالرزاق بن، قطب ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی"

مندرجہ شجرہ مبارکہ میں بعض حضرات کے اسماء کی جگہ قدوسی صاحب نے صرف القاب لکھ دیے ہیں۔ فافہم

اسی صفحہ پر "پاکستان میں آمد" کے عنوان کے تحت تحریر کرتے ہیں "حضرت سید حسن کے دادا سید محمود بغداد سے ٹھٹھہ تشریف لائے اور انہوں نے یہاں تشریف لانے کے بعد ٹھٹھہ کے سادات میں شادی کرلی"۔ درحقیقت سید محمود صاحب بغداد شریف سے آئے ہی نہیں بلکہ ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد سید عبداللہ صاحب رحمت اللہ علیہ بغداد سے ٹھٹھہ آئے، اور انہوں نے یہاں شادی کی ، اور ٹھٹھہ ہی میں آپ کے دونوں صاحبزادے جناب سید حسن اور سید محمد فاضل پیدا ہوئے لہذا جناب قدوسی صاحب کا یہ لکھنا "اور ٹھٹھہ میں سید حسن کی ولادت با سعادت ہوئی" درست اور صحیح ہے۔ نیز جناب اعجاز الحق صاحب قدوسی تذکرہ صوفیائے پنجاب ص ۵۸۸ بعنوان "شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی" کے حاشیہ نمبر(۱) میں تحریر کرتے ہیں۔ "سید حسن پشاوری اپنے والد بزرگوار سید عبداللہ گیلانی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور ان کے دادا سید محمود بغداد سے تشریف لاکر ٹھٹھہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ سید محمود کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ سید عبداللہ (صاحب) نے پشاور میں سکونت اختیار کی"

جناب حضرت سید عبداللہ صحابی رحمت اللہ علیہ ہرگز پشاور تشریف نہیں لائے بلکہ جناب ابوالبرکات سید حسن بن سید عبداللہ صاحب والد کی وفات کے بعد برصغیر پاک و ہند کا سفر کر کے پشاور میں تشریف فرما ہوئے اور یہ بات جناب قدوسی صاحب نے (تذکرہ صوفیائے

سرحد ص ۳۸۸) پر بعنوان "پشاور میں تشریف آوری" خود تسلیم کی ہے چنانچہ لکھا ہے

"حضرت سید حسن اپنے والد کی وفات کے بعد پاک و ہند اور حجاز کا سفر کرنے اور مختلف بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے پشاور تشریف لائے"

مندرجہ بالا حقائق کے بعد یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں!

ا ☆ جناب سید محمود صاحب بغداد شریف سے برصغیر پاک و ہند نہیں آئے

ب ☆ جناب سید عبداللہ بن سید محمود گجرات سے نہیں آئے

ج ☆ جناب سید عبداللہ بن سید محمود بغداد شریف سے (سندھ) تشریف فرما ہوئے۔

د ☆ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب نے ٹھٹھہ ہی میں شادی کی

ہ ☆ جناب سید عبد اللہ بن سید محمود شاہ کے دو فرزند ہیں (سید حسن اور سید فاضل)

☆ ٹھٹھہ ہی میں پیدا ہوئے

و ☆ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب ٹھٹھہ میں فوت ہوئے

ز ☆ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب ہرگز پشاور نہیں آئے

یہ (فقیر) مضمون لکھ رہا تھا کہ روزنامہ جنگ راولپنڈی مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء میں ایک مضمون بعنوان "حضرت عبداللہ شاہ صحابی (ٹھٹھوی) نظر سے گزرا مضمون نویس انعام محمد صاحب ہیں۔ اس مضمون میں تقریباً وہی بات کہی گئی ہے جس کی وضاحت یہ فقیر مندرجہ بالا عبارت میں کر چکا ہے مگر محترم انعام محمد صاحب کو ایک فحش غلطی لگی ہے اور معلوم نہیں کہ وہ کونسی تحریر ہے جس سے اس کو یہ لغزش ہوئی، لکھتا ہے "جن دو حضرات کو غوث اعظم نے خواب میں ٹھٹھہ بھیجنے کا حکم دیا تھا ان میں سے ایک سید ابوالبرکات تھے جن کے بڑے صاحبزادے بھی ہمیشہ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے انہوں نے خصوصاً کشمیر اور پونچھ کے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کی اور اسے اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے ہمیشہ سعی فرماتے رہے اور ان کے (سید ابوالبرکات) کے پوتے جو حضرت شاہ محمد غوث کے نام سے مشہور ہوئے، یہ بھی اپنے زمانہ کے نامور بزرگوں میں شمار ہوتے تھے، ان کا مدفن لاہور میں ہے جہاں ہر سال ہزاروں عقیدت مند خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں"

افسوس ہے کہ صاحب مضمون نے بغیر کسی تحقیق و تفتیش کے اتنی غلط اور بے سرو پا بات لکھ دی ہے، پاکستان میں حضرات اولیاء کرام اور خصوصاً خاندان گرامی منزلت سید شاہ عبداللہ صحابی رحمتہ اللہ علیہ بغدادی ثم ٹھٹھوی پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اسی طرح ظن،

تخمین غلط قیاس اور افسانوی رنگ میں لکھا گیا ' معلوم نہیں کہ آنے والا طالب علم جب ان اولیاء عظام کے بارے میں لکھے گا تو وہ بھی انہی لا یعنی اور بے سند باتوں پر یقین کرلے گا جس طرح بغیر کسی قسم کی تلاش و جستجو کے بے اعتبار باتوں پر اعتماد کر کے تذکرہ نویسوں نے غلطیاں کیں اور پھر ایسے محترم اور بزرگ ہستیوں کے متعلق جن کی اولاد صوبہ سرحد ' ہزارہ ' آزاد کشمیر 'اور مقبوضہ کشمیر اور پنجاب میں پھیلی ہوئی ہے

حضرت شیخ المحدثین سید شاہ محمد غوث صاحب رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۷۳ھ کا رسالہ بنام غوثیہ پشاور سے بہ تصحیح سرآمد علماء و تقیہ اجل حضرت مولانا مولوی نصیر احمد صاحب المعروف "میاں صاحب" قصہ خوانی' باہتمام مرزا محمد صادق صاحب ۹ شعبان ۱۲۸۳ھ میں چھپا جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں!

"وجد فقیر سید عبداللہ از بغداد چوں بہ ملک ٹھٹھہ تشریف آور دند در انجا درخانہ بعضے سادات متاہل شدند و والد فقیر در آنجا متولد شدند"

حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی' حضرت ابوالبرکات سید حسن اور حضرت شیخ العلماء سید شاہ محمد غوث رحمہم اللہ علیہم اجمعین پر لکھنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس خاندان کے بزرگان کرام پر قلم اٹھانے سے پہلے آپ کی اولاد سے اور خصوصا اس (فقیر) سے قلمی تحریرات مطالعہ کرنے کے بعد لکھیں اور بغیر تحقیق کے نہ لکھیں تاکہ صریحا غلطیوں کے مرتکب نہ ہوں

تبلیغ اسلام آپ ہمیشہ یاد الٰہی ' زہد و عبادت میں منہمک رہتے مخلوق خدا سے یکسو رہتے ' اور اگر لوگوں سے ملتے تو وعظ و نصیحت کرتے اور گناہوں سے توبہ کرواتے ' آپ کی نظر میں شاہ و گدا ' امیر و غریب ' سیاہ و سفید سب برابر تھے ' مخلوق خدا کے ساتھ محبت و پیار آپ کا خاص وصف تھا یہی وجہ تھی کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی آپ کی صحبت میں آجاتا تو وہ آپ کے اخلاق حسنہ کا گرویدہ ہو کر آپ پر پروانہ وار قربان ہوتا' آپ کی استقامت فی الدین ' عالی ہمتی ' اور عزم راسخ کی بدولت سندھ کے علاقہ میں گمراہی اور ضلالت یکسر ہدایت و معرفت سے بدل گئی اور آپ نے قوت ولایت محمدی کی بدولت بھٹکی ہوئی روحوں کو کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دولت سے سرشار فرما دیا۔ آپ اور آپ کے فرزندان ارجمند اور آپ کے پوتوں نے جو مسلک اور ذکر الٰہی کا طریقہ حضور سیدنا محبوب سبحانی قطب ربانی ہیکل یزدانی شہباز لامکانی سید شیخ ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے

پہنچا تھا اس کو برصغیر پاک و ہند کے شہر شہر' قریہ قریہ اور کونے کونے تک پہنچایا۔
میرے جد بزرگوار حضرت سید سعید احمد شاہ صاحب قادری نوراللہ مرقدہ نے فرمایا!

"ایک بار جناب سید عبداللہ صاحب صحابی مکلی پر مصروف عبادت تھے کہ' برہمنوں کا ایک گروہ (واردھا اشنان) کے لئے جارہا تھا' انہوں نے رات کو آپ کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ یہ بت پرست ہیں۔ آپ ان لوگوں کے پاس گئے اور توحید کی تبلیغ شروع کردی انہوں نے کہا کہ بابا ان باتوں کو چھوڑو' اگر واقعی تمہارا رب سب کچھ کر سکتا ہے اور وہی اکیلا مالک و مختار ہے تو ایسا ہو کہ ہم لوگ جب سب کے سب سو جائیں تو تمام کے تمام (واردھا اشنان) کرلیں اور جب اٹھیں تو ہمارے کپڑے بھیگے ہوئے ہوں تو پھر ہم تمہارے رب کو تسلیم کرلیں گے۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ میرا رب تعالٰی ایسا ہی کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو ان تمام مردوں اور عورتوں نے اسی طرح دیکھا جیسا کہ انہوں نے کہا تھا۔ اور اسی طرح ان کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے' صبح نماز سے فارغ ہوکر ان تمام لوگوں کو آپ نے کلمہ توحید سے مشرف فرمایا' انہوں نے تین باتوں کے لئے آپ سے استدعا کی۔ پہلی بات یہ تھی' ہماری اولاد کثرت سے ہو' دوسری بات یہ ہے کہ ہم تجارت کرتے رہیں' اور تیسری بات یہ ہے کہ یہ خوبصورتی ہم میں رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا انشاء اللہ اسی طرح ہوگا اور انہیں یہ حکم دیا کہ جہاں بھی رہو مساجد کو آباد کرو اور جہاں مسجد نہ ہو خوب عالیشان مسجد بناؤ اور ان کا جو بڑا تھا اس کا نام عثمان رکھا اس کی تعلیم و تربیت خود بہ نفس نفیس فرمائی اور مرید کر کے اپنا خلیفہ بنایا یہ قوم میمن کہلائی" اس خلیفہ صاحب کا مزار بھی آپ کے مزار مبارک کے احاطہ کے اندر آپ کے قدموں میں ہے۔ غرضیکہ آپ کی تبلیغی مساعی سے سندھ کا چپہ چپہ توحید الٰہی کے نور سے جگمگا اٹھا۔

صحابی مشہور ہونے کی وجہ تسمیہ جناب سید عبداللہ شاہ صاحب صحابی رحمتہ اللہ علیہ کو حضور سید دو عالم' شفیع المذنبین' رحمت اللعالمین' صاحب لواء حمد احمد مجتبٰی حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کا قرب خاص حاصل تھا آپ کو جس مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہوتی جس حدیث شریف کی تصحیح کی ضرورت ہوتی آنجناب رحمتہ اللہ علیہ حضور سرور کائنات' ہر مومن پر رؤف و رحیم اور ہر مومن کے لئے اس کی اپنی جان کے زیادہ قریب پیغمبر اسلام ﷺ سے بالمشافہ عرض کر کے تحقیق فرماتے اور تصحیح کرلیتے' چنانچہ جناب قدوۃ السالکین زبدۃ

العارفین سید غلام صاحب رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں!

"آنحضرت را مرض موت عارض گشت چند گاہ بر بستر مرض افتادند چون وقت آخر در رسید ونفس پشمار مد فرمودند"

یعنی جب حضور سید عبداللہ صاحب کو مرض موت لاحق ہوئی اور آپ کچھ دن بستر علالت پر صاحب فراش ہوئے جب زندگی کی آخری گھڑی آپہنچی تو ارشاد فرمایا!

"اں خانہ رامفرش سازند و معطر کنند چناں کردند" "یعنی اس گھر کو خوب اچھی طرح فرش کرو اور اس کے چپہ چپہ کو معطر کرو "چناں کردند" چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق ایسے ہی کیا گیا "پس خانہ راخلوت ساختند و خود بابر دو فرزندان ماندند" اس کے بعد گھر میں خلوت کردی گئی صرف آپ اور آپ کے دونوں فرزند رہ گئے۔ "ناگاہ می بیند کہ جناب حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ والتحیات باصحاب کبار وسبطین مختار و حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہم دراں خانہ حاضر شدند"

اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمعہ اپنے صحابہ کبار نواسہ گان مختار اور غوث اعظم رضی اللہ عنہم اس جگہ جلوہ افروز ہوئے" ایشاں بابر دو فرزندان خود بایستادندو سلام وتحیت بجاآوردند" آپ بمعہ ہر دو فرزندان سید حسن و سید محمد فاضل اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام وتحیت بجالائے و عرض کردند اور عرض کی یا رسول اللہ زہے طالع ایں غلام کہ کلبہ احزان مرا بقدوم میمنت لزوم خود منور فرمودند" یا رسول اللہ زہے نصیب کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کے اس غم کدہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور فرمایا "ارشادشد" ارشاد فرمایا کہ "اے فرزند برائے استقبال شما مدیم" "اے بیٹا میں تیرے استقبال کے لئے آیا ہوں" عرض کردند عرض کیا کہ "یاشفیع المذنبین بندہ نیز مشتاق قدم بوس جناب است و رزومند دیدار سعادت انتساب" اے شفیع المذنبین یہ فقیر بھی آنحضور ﷺ کی قدم بوسی کا مشتاق اور دیدار سعادت انتساب کا آرزومند ہے "لیکن از برائے ایں دو غلام زادہ دلم پریشان است کہ احوال انہا بچہ سان خواہد انجامید" لیکن اے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دو غلام زادوں کے متعلق پریشان خاطر ہوں کہ ان کا کیا بنے گا۔ "فرمودند خاطر جمع دارید کہ کفیل امور ایشان مائیم"۔ ارشاد فرمایا کہ تسلی رکھیئے ان کے تمام امور کے ہم خود کفیل ہیں۔ "پس دست جناب سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ راگرفتہ بدست حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سپرد فرمودند کہ تربیت ایں بکنید کہ فرزند شما است"۔ پس حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ کا ہاتھ حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا! کہ اس کی تربیت کرو یہ تمہارا بیٹا ہے۔ "وایشاں دست ایشاں راگرفتہ بدست جناب حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز دادند کہ غور ایں بذمہ شما است"

۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ کا ہاتھ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ ان کی دیکھ بھال آپ کے ذمہ ہے

جناب عزت مآب سید غلام صاحب تحریر فرماتے ہیں!

"پس جناب ایشاں می فرمایند کہ دراں وقت حالتے دستم داد کہ از خود بلکہ از عالم خبرم نماند وتاسہ روز بے ہوش وبد ہوش بودم چوں بہ ہوش مدم از حال والد ماجد پرسیدم گفتند ایشاں از سہ روز وصال یافتند ہر چند شمارا حرکت کردیم حرکتے نیافتیم لاچار تجہیز وتکفین نمودہ مدفون ساختیم پس برتربت ایشاں رفتہ فاتحہ خواندم"

"پس جناب سید حسن رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ مجھے اپنے آپ کی بلکہ تمام جہان کی خبر نہ رہی اور میں تین دن تک بے ہوش اور بے خبر پڑا رہا جب ہوش آیا تو والد گرامی کے متعلق پوچھا مجھے کہا گیا کہ وہ تین دن سے وفات پاچکے ہیں ہر چند آپ کو مطلع کرنے کی کوشش کی گئی مگر آپ سے کوئی حرکت محسوس نہ ہوئی مجبوراً ان کی تکفین وتدفین کی گئی۔ اس کے بعد آپ کے مزار پر حاضر ہوکر دعا کی اس واقعہ نے اتنی شہرت عام حاصل کی کہ آپ دنیائے اسلام میں "صحابی" کے معزز اور محترم نام سے مشہور ہوئے۔

سلسلہ بیعت آپ کا سلسلہ مبارکہ صرف اور خالص قادریہ ہے آپ اپنے والد محترم جناب سید محمود رحمت اللہ علیہ سے بیعت تھے اور صاحب مجاز و معن عن ہوئے آپ کے سلسلہ مبارکہ کے تمام کے تمام مشائخ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک اپنے اپنے والد کے ہی مرید اور خلیفہ تھے یہی وجہ تھی کہ سب کے سب حضرات صاحب ولایت تھے اور استقامت فی الدین میں درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے آپ کا سلسلہ بیعت یہ ہے

حضرت سید عبداللہ صاحب اپنے والد سید محمود صاحب کے مرید وخلیفہ تھے اور وہ اپنے والد سید عبدالقادر صاحب کے اور وہ اپنے والد سید عبد الباسط کے اور وہ اپنے والد سید حسین صاحب کے اور وہ اپنے والد سید احمد صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شرف الدین صاحب قاسم کے اور وہ اپنے والد سید شرف الدین صاحب یحیٰی کے اور وہ اپنے والد سید بدرالدین

حسن صاحب کے اور وہ اپنے والد سید علاؤ الدین صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شمس الدین محمد صاحب کے اور وہ اپنے والد شرف الدین بزرگ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شہاب الدین احمد صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شہاب الدین ابی صالح النصر صاحب کے اور وہ اپنے والد قطب الدائرہ سید عبدالرزاق صاحب اور وہ اپنے والد سید السادات قطب ربانی غوث الصمدانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مرید وخلیفہ تھے اور الحمد للہ کہ یہ سلسلہ مبارکہ اس فقیر تک اسی طرح چلا آرہا ہے یہ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری الگیلانی اپنے والد گرامی مرتبت حافظ قرآن سید محمد زمان شاہ صاحب کا مرید و خلیفہ ہے اور وہ اپنے والد سید سعید احمد شاہ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید اکبر شاہ صاحب المعروف ”آقا پیر جان“ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید عیسیٰ شاہ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید موسیٰ شاہ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید محمد عابد صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شاہ محمد غوث صاحب کے اور وہ والد سید حسن صاحب کے اور وہ اپنے والد حضرت سید عبداللہ صاحب صحابی رضی اللہ عنہم و علیہم اجمعین کے مرید و خلیفہ تھے

الحمد للہ علی ذلک کثیرا کثیرا۔

تاریخ وصال حضرت قطب الا قطاب سید عبداللہ صاحب الملقب صحابی رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وصال کا تعین بقول حضرت محی الدین صاحب المعروف سید غلام صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس طرح ہے کہ جناب سید عبداللہ صاحب کی وفات کے بعد حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ جزائر دریائے شور میں سات برس تک ریاضت ومجاہدات میں مصروف رہے پھر آپ نے ہند کا سفر اختیار کیا اور جب آپ شاہجہان آباد پہنچے تو اورنگ زیب عالم گیر کی سلطنت کا اوائل تھا یعنی (۱۰۶۸ھ) (۱۶۵۹ء) تھی گویا آپ حضرت عبداللہ شاہ صحابی بابا رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وصال (۱۰۶۰ھ) ہے

انا للہ وانا الیہ راجعون

سیرت حضرت ابو البرکات سید حسن قادری الگیلانی رحمت اللہ علیہ

○ مدیر اعلیٰ

اسم شریف آپ کا نام نامی و اسم گرامی سید حسن قادری ہے۔ مگر مختلف ممالک میں آپ مختلف ناموں سے مشہور ہیں۔ برصغیر ہندو پاکستان میں آپ کو سید حسن ' علاقہ ہائے کشمیر پونچھ میں شاہ ابو الحسن ' اور صوبہ سرحد میں سید حسن بادشاہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اہل پشاور آپ کو ازراہ خلوص و عقیدت "میراں سرکار" کے دل پسند نام سے یاد کرتے ہیں۔ موخر الذکر نام حضور کی اس نسبت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ جو آپ کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات سے ہے۔

نسب آپ چودہ واسطوں کے بعد قطب الدائرہ حضرت سید عبد الرزاق بن محبوب سبحانی حضرت شیخ ابو محمد محی الدین سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز تک پہنچتا ہے۔ اور پھر تیرہ واسطوں سے مظہر العجائب و الغرائب حضرت علی کرم اللہ وجہ تک منتہی ہوتا ہے۔

ولادت آپ ماہ جمادی الاخر ۱۰۲۳ھ میں ٹھٹہ (سندھ) کے مقام پر عارف کامل ' عالم اجل حضرت سید عبداللہ المشہور بہ "صحابی رسول" کے ہاں کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ جناب "صحابی رسول" اپنے آبائی وطن بغداد شریف سے بغرض تبلیغ و سیاحت سندھ تشریف لائے تھے۔ اور سلسلہ رشد و ہدایت جاری فرما کر سرزمین ہندوستان کو قرآن و حدیث سے منور فرمایا۔

تعلیم و تربیت آپ کا گھر علم و حکمت اور تصوف و عرفان الہٰی کا دارلعلوم تھا۔ آپ کا ماحول یاد الہٰی اور اتباع سنت کی نورانیت سے جگمگا رہا تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے اپنی خاندانی عظمت و شرافت علمی فضلیت اور فقر نبوت سے وافر حصہ پایا۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی۔ چونکہ آپ کا گھر علم و فضل اور فقر و طریقت کا گہوارہ تھا۔ لہذا آپ نے چھوٹی عمر میں ہی (یعنی ۱۶ برس کی عمر میں) جملہ علوم درسیہ کی تکمیل کر لی۔ اس کے بعد ۱۷ برس کی عمر میں درس و تدریس کا کام سنبھال لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کمال استقامت و استقلال سے منازل سلوک و تصوف طے کرنے میں مصروف ہو گئے۔ جناب

سید غلام صاحب رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں!

"تربیت از پدر مشفق خود بے حد و بے عدد یافتند' و زیر سایہ لطف ایشاں معرفت حاصل نمودند' و بہ درجہ انتہا رسیدند

(قلمی رسالہ خوارق عادات)

مورخ کشمیر سید محمد شاہ صاحب مفتی سعادت کشمیری فرماتے ہیں اپنے والد ماجد سید شاہ عبد اللہ صاحب سے روحانی تعلیمات کا سرمایہ حاصل کیا۔

بیعت آپ اپنے والد محترم حضرت " صحابی رسول " سید عبد اللہ صاحب سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ اور صاحب مجاز و معنعن تھے آپ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس سلسلہ کے ہر ایک فرد نے اپنے والد سے فیض اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور تمام فیوض باطنی سینہ بہ سینہ اکتساب کئے۔ اس سلسلہ مبارک کے سب کے سب افراد صاحب ولایت تھے۔ اور استقامت فی الدین میں درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ اور دنیاوی لحاظ سے بھی ایک بلند اخلاق' صاحب عزت و وجاہت شہری تھے۔

حضرت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے لے کر حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ اور ان کے بعد تک سب کے سب افراد عالم' فاضل' متورع' مبلغ اسلام اور صاحب کرامت تھے۔ اور آج تک ان کے مزارات ان کی پاکیزگی اور عظمت کے شاہد ہیں' جہاں ہر وقت قرآن مجید' درود شریف اور یاد الٰہی ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ سلسلہ عالیہ اسی طرح اللہ کے فضل و کرم اور حضور ﷺ کی برکت سے اس وقت تک جاری ہے۔

مجاہدہ و تزکیہ والد گرامی کے انتقال کے بعد آپ ذکر' فکر' مراقبہ' ریاضت نفس اور مکمل خلوت میں معروف تھے۔ یکایک آپ کی طبیعت میں وحشت و نفرت پیدا ہو گئی۔

حضرت علامہ امام الطریقہ سید شاہ محمد غوث صاحب فرماتے ہیں کہ! والد گرامی سید حسن صاحب فرماتے ہیں۔ **"ولم از انس انسان وحشت کلی گرفت واز خویش و بیگانہ نفرت محض پدید رفت"**

اس کے بعد کیا ہوا آپ فرماتے ہیں!

"پس بعزم ریاضات و مجاہدات در جزائر خود رفتم و ہفت سالہ چلہ کشیدم تا ستر عورت تمام شب درمیان اب می استادم و روزانہ برکنار اب می نشستم و قوتم از برگ درختاں بود کہ خود می ریختند"

(رسالہ خرق عادات قلمی)

یعنی آپ ریاضیات و مجاہدات کے لئے جزائر شور تشریف لے گئے۔ اور سات سال کا چلہ کاٹا۔ رات ستر عورت تک اس پانی میں گزارتے اور تمام دن پانی کے کنارے بیٹھے رہتے۔ آپ کی غذا درختوں کے پتے تھے جو خود بخود گرتے تھے۔ جناب محدث جلیل حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ رسالہ "کسب سلوک و طریقت" میں فرماتے ہیں!

"در اکثر بلاد درخدمت بزرگان درخلوت داربعین نشستہ فوائد حاصل نمودند"۔ یعنی اکثر شہروں میں بزرگان کرام کی خدمت میں رہ کر چلے کاٹے اور فوائد حاصل کئے۔

سفر اپنے آبائے کرام کی سنت کے مطابق جب آپ کمالات ظاہری وباطنی سے مزین ہو گئے تو تبلیغ اسلام کے لئے ہندوستان کے کونے کونے میں پھرنے کے لئے نکلے۔ ایک ایسے وقت میں آپ نے یہ تبلیغی سفر اختیار کیا۔ جبکہ مسافر کو آج کل کی سہولتیں میسر نہ تھیں۔ تقریباً تمام سفر پیدل کیا۔ اثناء سفر میں ہر قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ اور پھر یہ کہ یہ سفر کسی دنیاوی طمع یا لالچ کے لئے نہ تھا۔ بلکہ تبلیغ اسلام۔ تلاش حق اشاعت سنت نبوی اور یاد الٰہی کے لئے تھا۔ اس سفر میں آپ کے چھوٹے بھائی "ابوالمکارم" حضرت شاہ محمد فاضل خانیاری رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اس سفر میں آپ کو کن کن بے دین اور بداخلاق لوگوں سے واسطہ پڑا' آپ خود فرماتے ہیں کہ' جس علاقہ میں ہم تبلیغ کے لئے گئے وہاں "بغیراز کفر و بت پرستی بوئے از دین و آئین در ان سرزمین نہ بود" یعنی سوائے کفراور بت پرستی کے اس سرزمین کا دین و آئین نہ تھا۔ واقعی سچ ہے تاریکی میں روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خشک اور بنجر زمین کو پانی کی اشد ترین ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقبول بندوں کا وجود بوجہ یاد الٰہی کے نور اور رحمت ہوتا ہے۔ جہاں بھی ایسے بابرکات حضرات پہنچتے ہیں۔ وہاں سے تاریکیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ کفراور معصیت کا دور ختم ہو جاتا ہے۔ ان کے وجود باوجود کی برکت سے اس وطن کے رہنے والوں کو رحمت الٰہی اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ وہی سرزمین جہاں کفراور بت پرستی کے سوا کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ آپ وہاں پر تبلیغ کا کام کرتے تھے۔ نتیجہ کے طور پر ہزارہا لوگ آپکے دست حق پرست پر توبہ کر کے داخل اسلام ہوئے۔ وہ مقام جہاں پر اللہ جل جلالہ کا نام لینے والا کوئی نہ ہوتا۔ اس کے حبیب ﷺ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف شریفہ مبارکہ سے کوئی واقف نہ ہوتا۔ عدل و انصاف کا نام تک نہ ہوتا۔ وہاں پر تھوڑی مدت میں آپ کی کوششوں سے اسلام کو اتنی ترقی ہوئی کہ ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے۔ مساجد تعمیر کی گئیں ہر جگہ ذاکر'

قرآن خوان ' تہجد خوان نظر آنے لگے' جہاں پر بھی آپ نے دوران سفر میں تبلیغ کی' نہایت ہی منظم طریقہ پر کی۔ باقاعدہ مساجد میں تعلیم قرآن کا انتظام کیا۔ صرف کاٹھیاواڑ اور گجرات کے علاقہ میں ۲۵ مسجدیں تعمیر کی گئیں اور پانچ خلفاء ' مقرر کئے۔ جو باقاعدہ دورہ کر کے امربا المعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے۔ اور ان کے مواعظ کا مرکزی نقطہ بھی صدق مقال اور اکل حلال ہوتا۔ گجرات سے ہوتے ہوئے شاہجہاں آباد (دہلی) تشریف لائے۔ وہاں پر بھی یہی تبلیغی کام جاری رکھا۔ اور مخلوق خدا کو اللہ جل جلالہ ' اور ان کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ بتاتے رہے۔ غرضیکہ تبلیغ کرتے کرتے پنجاب پہنچے۔ لاہور قیام فرمایا' مگر وہاں بھی آپ مستقل نہ ٹھہرے اور آپ کیسے ٹھہر سکتے تھے۔ جبکہ آپ کو حضور سرکار بغداد رضی اللہ عنہ کی طرف سے پشاور میں رہ کر کشمیر' ہزارہ ' کابل ' غزنی اور ہرات تک تبلیغ کرنے کا حکم تھا۔ اور اس تمام علاقہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کرنی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ورود پشاور ۱۰۸۷ء میں آپ پشاور پہنچے۔ پشاور سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ (سلطان پور کے نام سے موسوم تھا) میں قیام کیا۔ حضور غوث اعظم سید شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے آپ کو امر فرمایا کہ "اے بیٹا! یہ تیرے رہنے کی جگہ ہے یہاں اقامت اختیار کرو" وبلوا درحال بانخود مقصود داری"۔ آپ کو جناب سرکار بغداد نے اپنے عصا سے بتایا کہ اس جگہ مسجد ' اس جگہ مکان ' اور یہ تمہاری قبر ہو گی۔ اللہ جل جلالہ کو اپنے ہر کام میں کار روا اور مشکل کشا جان ' کیونکہ وہی اس قابل ہے۔ اور جو کچھ میں نے بتایا ہے۔ خود بخود مہیا ہو جائے گا"۔

آپ صبح کو اٹھے اذان دی ' نماز پڑھی ' فرماتے ہیں! "ہنوز اشتراق نہ خواندہ بودم کہ مردم شہر و اطراف و جوانب فوج در فوج می آمدند' بہ رسوخ و اعتقاد ملاقاتم می کنند کہ گویا آشنائے صد سالہ من بودند"۔ پٹھانوں کے بڑے بڑے سردار اور ارباب بھی آنے لگے۔ مخلوق خدا کا اژدہام ہو گیا۔ آپ نے اپنا تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ لنگر جاری کر دیا۔ جس جس جگہ سرکار بغداد نے تعمیر کی جگہیں بتائی تھیں وہاں پر تعمیر لوگوں نے خود بخود کر دی ' جو بھی آتا اپنی قسمت اور قابلیت کے مطابق معرفت الٰہی حاصل کرتا۔ اور نجات اخروی پاتا آپ فرماتے ہیں! "ہر کہ بطلب مولی می آمد موافق استعداد تعلیمش مر کردم"۔

سفر کشمیر چونکہ تمام علاقوں میں آپ نے تبلیغ کا کام کرنا تھا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی

اشاعت کرنی تھی اس لئے ۱۰۹۰ھ میں جناب عنایت اللہ صاحب گجراتی و پنجابی کو صاحب مجاز کر کے یہاں کی خانقاہ کی تربیت و تعلیم کا تمام کام سپرد کیا اور خود بر آستہ دھمتوڑ پکھلی کشمیر روانہ ہوئے۔ جناب مورخ کشمیر مفتی سعادت صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے ۱۰۹۱ھ میں کشمیر پہنچ کر تشنگان ہدایت کو علوم باطنی سے سیراب فرمایا۔ خواجہ عبد الرحیم قادری' میرافضل اندرابی' شاہ عنایت اللہ قادری و غیرہم حاضر خدمت ہو کر آپ کی توجہات اور فیوض رحمت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ جناب حضرت علامہ وقت محمد افضل صاحب نے مرید ہو کر خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ اس سفر میں بھی حضرت ابوالمکارم شاہ محمد فاضل صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ تھے۔ بقول سید غلام صاحب رحمتہ اللہ علیہ "دو محلہ عیدگاہ درخانہ منصب داری نزولہ فرمودند" آپ تقریباً چھ ماہ کشمیر میں رہے۔ اپنی سخاوت و بخشش کا طریقہ بدستور رکھا۔ لنگر جاری تھا' سینکڑوں غربا' مسافر' عاجز اور بے وسیلہ لوگوں کی خدمت کی۔

خواجہ بہاء الدین متو اپنی کتاب بنام غوثیہ. شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ " آپ کے لنگر سے چھ سو نفر روزانہ پیٹ بھر کر کھانا کھاتے۔ اور جو مفلوک الحال ہوتے' ان کو کپڑا بھی عنایت فرماتے! آپ کا اپنا ارشاد گرامی ہے کہ: "حق تعالے چناں نواز شم فرمودہ است و چناں دولتم عطا نمودہ است کہ اگر اہل مشرق و مغرب جمع شوند هر روز ازمن نفقہ خواہند ہمہ را بدہم و ہرگز بعجز و ملالتم نیاتم" یعنی: اللہ تعالی نے مجھ پر اتنی نوازشیں کی ہیں اور اس قدر دولت مرحمت فرمائی ہے کہ اگر تمام دنیا کے لوگ جمع ہو کر مجھ سے نفقہ طلب کریں تو سب کو دوں ' اور کسی قسم کی کمی نہ ہو" آپ کے اس جودو عطاء کو دیکھ کر صاحب تاریخ اعظمی فرماتے ہیں۔

"باوجود ازیں قلیل البضاعت احتیاج استکشاف نہ بود"۔ یعنی آپ کی بے لوث تبلیغ اسلام ' اشاعت سنت رسول انام ' یاد الہی ' خدمت فقراء اور زہد و ریاضت کی شہرت اتنی عام ہوئی کہ' ہر طرف سے لوگ جوق در جوق اصلاح قلوب تزکیہ ' اور تہذیب نفوس کے لئے آنے لگے۔ چھ ماہ کے بعد آپ نے واپسی کا قصد فرمایا۔ اپنی جگہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت ابو المکارم سید شاہ محمد فاضل رحمتہ اللہ علیہ کو خلافت طریقہ قادریہ میں دے کر رہنے کی تلقین کی ' تمام مریدین کی تعلیم و تربیت آپ کے سپرد کر کے واپس عازم پشاور ہوئے۔

سفر کابل کشمیر سے واپس آ کر چند دن پشاور میں قیام کیا۔ اور پھر کابل کے سفر کا ارادہ

فرمایا آپ تین بار کابل تشریف لے گئے۔ ان تینوں سفروں میں صوفیاء علماء و مشائخ اور فقراء سے ملاقاتیں کیں ' ہزار ہا تشنگان ہدایت کو مرید فرما کر سلسلہ قادریہ کی اشاعت کی اجازت دی ' پہلے سفر کی واپسی پر جو ۹ ماہ تک رہا۔ گورنر کابل نواب امیر خان سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ دوسری بار آپ اس کی دعوت پر کابل تشریف لے گئے۔ اس کے حکام اور امراء کو شریعت اسلامیہ کی پابندی اور غریبوں مسکینوں کے حقوق کی حفاظت اور خصوصیت کے ساتھ غریب اور نادار طالب علموں کی اعانت کا حکم فرمایا۔ بیواؤں کے وظائف مقرر فرمائے۔ کابل میں بھی اپنے طریقہ کے مطابق لنگر جاری کیا۔ یہ سفر بھی کابل ' غزنی ' ہرات اور دور دور مقامات تک کیا' اور سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ فرمائی۔ تیسرا سفر بالکل تنہائی کا تھا۔ اس دفعہ آپ صرف ان حضرات سے ملاقات کرتے جو منتہی سالک ہوتے۔ اور جن کا مقصد اعلیٰ مقامات اور مدراج علیا طے کرنا ہوتا۔ البتہ لنگر باقاعدہ جاری رہتا۔ یہ قیام صرف پندرہ دن رہا۔

غرضیکہ ان تمام سفروں میں آپ نے انتہائی پختہ عزم و یقین کے ساتھ اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ قرآن مجید کی تعلیم عام کی ' اشاعت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی وقیقہ نہیں اٹھا رکھا اور سلسلہ قادریہ کو اس عروج کمال تک پہنچایا کہ' آج جب کہ آپ کو ۲۹۸ برس گذر چکے ہیں۔ سرزمین سرحد ' پنجاب ' افغانستان اور کشمیر کے گوشہ گوشہ میں آپ کی روحانی تعلیمات کے چشمے ابل رہے ہیں۔ اور لوگ ان سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

شادی پشاور شہر کے قریب مغرب کی طرف ایک گاؤں کوٹلہ محسن خان ہے۔ اس کے بڑے ارباب نے آپ کو اپنی صاحبزادی کی پیش کش کی' آپ نے قبول فرمایا' اس کے بطن سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا۔ اس کا نام آپ نے سید زین العابدین رکھا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے موضع کنڑ کے صحیح النسب سادات گھرانے میں شادی طلب کی جس کی خواستگاری آپ نے کی وہ صوبہ سرحد کے عظیم المرتبت ولی اللہ حضرت سید علی ترمذی المعروف (پیر بابا) رحمت اللہ علیہ کی پوتی تھی ' اور بقول صاحب خزینتہ الاصفیاء "در طاعت و عبادت رابعہ عصر بود" کچھ رو و قدح کے بعد آپ کی شادی اس نیک بی بی سے ہو گئی' جس کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عنایت فرمائے' ایک حضرت سید شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری ' دوسرے سید علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ' ان بیوی صاحبہ کا مزار آپ کے مزار کے پہلو میں واقع ہے۔

اخلاق اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو تمام اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ سے مزین فرمایا تھا۔ غربا کی دلجوئی۔ مسافروں کے ساتھ حسن سلوک ' امراء اور حکام سے تحائف کا قبول نہ کرنا۔ اور ان کو ان کی غیر شرعی حرکات پر بلا خوف لوم لائم متنبہ کرنا۔ بیواؤں اور غریب کنواری لڑکیوں کی اپنے اخراجات پر شادیاں کروانا۔ یہ سب وہ باتیں تھیں جو مقناطیسی کشش کی طرح قلوب خاص و عام کو شرمندہ احسان کرتی تھیں۔ محدث جلیل حضرت علامہ شاہ محمد غوث شارح صحیح البخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں! " خدمت فقراء و مساکین مساوی کردند و برعام خلائق چناں شفقت می فرمودند کہ گویا عیال ایشاں بودند"

حضرت علامہ سید غلام فرماتے ہیں کہ ' "برعموم خلقت چناں شفقت درافت و مہربانی داشتند کہ بخو بلیسر داشتہ باشد" عفو و کرم ، حلم و بردباری ' تواضع و انکساری کے ایسے عملی نمونے آپ کی مبارک زندگی میں ملتے ہیں کہ گویا آپ مکمل طور پر حضور اکرم ﷺ کی مطہر زندگی کی عملی تفسیر تھے۔

یہی وہ اخلاق کریمانہ تھے۔ جن کی بدولت ہزارہا گم کشتگان بادیہ ضلالت کو نیک اعمال کی ہدایت ہوئی۔

آپ کے استغناء کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی بھی حکام وقت سے تحفہ یا نذرانہ قبول نہیں کیا۔ بلکہ ان لوگوں کو ان کی زندگی کا صحیح مقصد یعنی انصاف ' دیانت داری مساوات ' اخوت ' عدل ' غربا پروری اور حسن سلوک کی نصیحت فرماتے۔ نیز ان لوگوں کو رقوم خرچ کرنے کا صحیح مصرف بتاتے۔

ایک بار گورنر کابل نواب امیر خان نے اورنگزیب عالمگیر سے آپ کے فرزند جناب حضرت سید شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کے نام برائے گذران معیشت قطعہ اراضی کا فرمان لکھوا کر حضور سید حسن صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہ فرمان دیکھا اور فرمایا!

"یا امیر جزاک اللہ ' کہ خیر خواہی فقراء مرکوز خاطر داری' اصلاً طالب این نیستم و احتیاج ایں ندارم" مگر غور طلب بات یہ ہے کہ آپ نے گورنر کابل کو اس کا صحیح مصرف بتایا' فرمایا!

"باید کہ بہ حاجت منداں و مستمنداں بدہی کہ قوت لایموت شاں شود" یعنی ان لوگوں کو جو محتاج اور ضرورت مند ہیں یہ زمین دینی چاہیے تاکہ ان کی زندگی بسر ہو سکے۔

اللہ اکبر ! اتنا بڑا حاکم اپنی کمال عقیدت سے آتا ہے اور اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ہندوستان کی طرف سے چالیس جریب زمین کی جاگیر عطا کرتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ پیش کش

صحیح نہیں ہوتی اس لئے آپ قبول نہیں فرماتے۔ نیز گورنر کو صحیح رہنمائی فرماتے ہیں یہی وہ جذبہ کاملہ و صالحہ اور اس کی وجہ سے بڑے بڑے امراء و بادشاہ بوریہ نشین فقراء کی خدمت کو مایہ صد نازش و افتخار سمجھتے ہیں۔ آپ کے اس ارشاد گرامی! کا ایک ایک لفظ سچائی ' دیانت ' امانت اور اخلاص کا مظہر ہے۔

کرامات جناب سید غلام صاحب رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ' "کرامات ایشاں مثل قطرات مطرات لا یعد و لایحصی است" یعنی آپ کی کرامات باران رحمت الٰہی کے قطروں کی طرح ان گنت اور بے شمار ہیں۔ جناب محدث جلیل حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ لاہوری تحریر فرماتے ہیں! "خوارق عادات ازیں شاں بحدے ظہور یافتہ کہ تحریر اں دریں مختصر گنجائش نہ دارد" یعنی آپ کی کرامات اس حد تک ظاہر ہوئیں کہ ان کی تمام تفصیل اس مختصر "رسالہ" میں نہیں سما سکتی۔

اولیاء کرام سے کرامات کا صدور مستحسن امر ہے۔ مگر اولیاء کرام نے ہمیشہ شریعت مطہرہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا۔ اور ان کی زندگی کا مقصد ہی اتباع سنت تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کریں ' ان کی نظر ہمیشہ اپنے نصب العین پر رہی۔ ان کی نظر میں دوسرے امور ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت سید غلام صاحب فرماتے ہی کہ آپ کا ایک خادم ہر وقت گذشتہ اولیاء کرام کی کرامتیں بیان کرتا۔ اور پھر آپ سے طلب کرامات کرتا۔ آپ نے اس کو فرمایا' اے درویش کرامت کے درپے نہ ہو یاد الٰہی میں مصروف رہ۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ کی متابعت کر' کیونکہ نجات اسی میں ہے۔ لیکن وہ طلب کرامات پر مصر رہا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ آپ امر بالمعروف کے لئے دوآبہ (ہشتنگر) تشریف لے گئے دوآبہ کے راستے میں دریا بہتا ہے۔ جس کو بذریعہ کشتی عبور کرنا پڑتا تھا۔ آپ اس وقت ایک عراقی گھوڑے پر سوار تھے۔ اور وہی خادم رکاب تھامے ہوئے تھا۔ جب آپ کشتی کے قریب پہنچے تو آپ نے گھوڑے کی لگام کھینچی گھوڑا بجائے کشتی کے دریا میں کود پڑا۔ وہ خادم جو رکاب تھامے ہوئے تھا وہ بھی دریا میں گر پڑا' تمام مرید و معتقد گھبرا گئے اور ایک کہرام مچ گیا کہ آپ بمعہ خادم و سواری دریا میں غرق ہو گئے ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد آپ بمعہ سواری و خادم دریا کے دوسرے کنارے پر نظر آگئے۔ اب حیرانگی و تعجب کا عالم تھا' کوئی آپ کے قدم چومتا' کوئی ہاتھ۔ آپ کے کپڑے 'گھوڑا اور خادم بالکل خشک تھے۔ آپ نے اس خادم کو فرمایا! "ما عبد

الله دیدی قدرت الله را" اس نے عرض کیا' ہاں جناب ' پھر آپ نے فرمایا! کہ پہلے تو گزشتہ اولیاء کرام کی کرامات بیان کیا کرتا تھا' اب اپنی آنکھوں سے یہ ماجرا بھی دیکھ لیا مگر یہ بات یاد رکھنا کہ "این ہمہ انچہ دیدی و شنیدی بازی طفلان است و کار دیگر است ' سالک را ایں کار آفت است ' و مانع علوم درجات است" یعنی یہ سب کچھ جو تم نے دیکھا اور سنا چھوٹے بچوں کا کھیل ہے۔ اصلی مقصد کچھ اور ہے۔ نیز سالک کے لئے یہ کرامات جتلانا باعث آفت ہے۔ اور یہ سلوک اور معرفت کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

جب حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ہر شہر اور ہر قریہ سے لوگ آئے۔ ان میں وہ حضرات بھی آئے جن کا آپ پر قرضہ تھا۔ حضرت شاہ محمد غوث فرماتے ہیں۔ کہ جب اس قسم کے لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے تو میں نے خیال کیا۔ کہ یہ اپنے قرضہ کی وصولی کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے ان سے پوچھا۔ کہ تم کیا سرگوشیاں کر رہے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا۔

"اے صاحبزادہ سخن از کشف و کرامات پدر بزرگوار شما می گوئیم و صنعت پروردگار را می بینیم کہ بندگان خود را چساں تربیت کردہ بمراتب رسانیدہ کہ عقل عاقلاں در غور ایں معنی عاجز و نظر صاحب نظراں قاصر است"۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے بھی اس حقیقت سے آگاہ کرو تاکہ ذوق حاصل کروں' انہوں نے مل کر عرض کیا کہ چند دن پہلے جب ہم نے سید حسن صاحب کی شدت علالت کے متعلق سنا۔ تو ہمیں خیال ہوا۔ کہ اگر حضور کا انتقال ہو گیا۔ تو ہمارے قرضہ کا کیا بنے گا۔ "ہم سب نے متفقہ فیصلہ کیا کہ آپ سے بالمشافہ گفتگو کریں ' جب رات ہوئی تو چند اشخاص جن کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں نمودار ہوئے ان کی جیبیں اشرفیوں اور روپوں سے بھری ہوئی تھیں۔ انہوں نے ہم سب کو ایک جگہ جمع کر کے کہا کہ ہمارے ساتھ حساب کرو۔ تاکہ حضور سید حسن کا قرضہ ہم ادا کر دیں' انہوں نے ہر ایک کا قرضہ چکا دیا اور تمسکات اور حجتیں لے کر چلے گئے"۔ اس بھری مجلس نے یہ واقعہ سنا تو سب زارو قطار رونے لگے' جناب شاہ محمد غوث صاحب فرماتے ہیں کہ' مجھے اس واقعہ کا کوئی علم نہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ درویشی اور فقر کیا ہے؟ ایک شخص کے لاکھوں مرید ہوں ' جن میں گورنر ' امراء اور حکام مگر اس درویش کامل کی وفات پر یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ آپ چند ہزار روپے کے قرضدار تھے۔

وفات آپ کی وفات بروز جمعہ ۲۱ ذوالقعدہ ۱۱۱۵ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار اقدس پشاور میں مرجع خلائق ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

شاہ محمد غوث اکیڈمی کے لیے تحفہ کتب

عزیزم سید ناصر و سید عامر بن دیوان سید آل طٰہٰ مدظلہ العالیہ نے اپنے نانا حضرت آقا سید سعید جان صاحب بن حضرت الحاج آقا سید سکندر شاہ صاحب قادری چشتی گیلانی مرحوم و مغفور کے ذاتی کتب خانے کا جو حصہ ان کی تحویل میں تھا' بکمال مہربانی و کرم گستری شاہ محمد غوث اکیڈمی کے لیے مرحمت فرمایا! یہ ذخیرہ کتب تفسیر و حدیث' فقہ و تصوف تاریخ و سوانح اور ادب کی گراں قدر مطبوعات پر مشتمل ہے۔ اس سے شاہ محمد غوث اکیڈمی کے تحقیقی منصوبوں پر عمل در آمد کے لیے بڑی مدد ملے گی۔

یہ (فقیر) حضرت گرامی مرتبت جناب دیوان سید آل طٰہٰ صاحب اور ان کے صاحبزادوں کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان حضرات کی یہ دینی و علمی خدمت' اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول و منظور فرمائے۔ اور اس کار خیر پر ان کے درجات بلند فرمائے اور محققین کو ان تصانیف سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین

(فقیر)

محمد امیر شاہ قادری الگیلانی

مدیر اعلیٰ ○ "الحسن" یکہ توت پشاور

اخلاق حسنہ کے نورانی پیکر
حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ

سید محمد انور شاہ قادری
لائبریرین گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن
گل بہار پشاور

اخلاق ' خلق کی جمع ہے اس کے معنی ہیں طبیعت ' مروت ' عادت اور خصلت۔ا ۔ امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں خلق نفس کے اس ملکہ اور استعداد کو کہتے ہیں جس کی بدولت افعال جمیلہ اور خصائل حمیدہ پر عمل پیرا ہونا آسان اور سہل ہوجائے اور ان کے کرنے میں تکلف سے کام لینے کی نوبت نہ آئے یعنی جس طرح آنکھ بے تکلف دیکھتی ہے ' کان بے تکلف سنتے ہیں اور زبان بے تکلف بولتی ہے اسی طرح سخاوت ' شجاعت ' حیاء ' حق گوئی اور تقویٰ وغیرہ تجھ سے کسی تردد اور توقف کے بغیر صدور پزیر ہونے لگیں تو اس وقت ان امور کو تیرے اخلاق میں شمار کیا جائے گا۔۲

تاریخ عالم کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں اخلاقیات کے بڑے بڑے داعی اور معلم پیدا ہوئے ۔ اخلاق کے ان داعیوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ۔ ایک جماعت نے اخلاقیات کے مختلف پہلوؤں پر بڑے فلسفیانہ اور دانش مندانہ طریقے سے بحث کی اپنی ذہانت وفطانت سے اخلاقی مصلحتوں اور عقلی حکمتوں کو تلاش کرتے ہوئے دقیق نکات کی گرہ کشائی کی ہے جن میں سقراط ' افلاطون اور ارسطو کے نام نمایاں ہیں ۔ لیکن ان کی تمام کوششیں فکری و علمی سطح تک ہی محدود رہیں اور اخلاق حسنہ ان کی اپنی شخصیت میں جلوہ گر نہ ہو سکا ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے پیروکار بھی اخلاقیات پر بحث و مباحثہ کی حد تک محدود رہے اور اپنے عمل کے سانچے میں نہ ڈھال سکے ۔

معلمین اخلاق کی دوسری جماعت میں انبیائے کرام شامل ہیں جن کی تعلیمات کا ماخذ وحی الٰہی ہے۔ انہوں نے زبان سے جو کچھ فرمایا اس پر خود بھی عمل پیرا ہوئے اور اپنی سیرت و کردار میں اخلاق حسنہ کے بہترین نمونے پیش فرمائے' جن پر چل کر ان کے ہم نشین و متبعین نے بھی حسن اخلاق کے بلند مدارج طے کئے۔۳

حاملین اخلاق کا دوسرا گروہ یعنی سلسلہ نبوت اپنی انتہا اور عروج کو پہنچ کر آقائے نامدار ' شفیع المذنبین 'رحمت اللعالمین ' احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس پر ختم ہوا تو پروردگار عالم جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کے اخلاق حسنہ کی عظمت و رفعت اور بلندی کی گواہی ان الفاظ میں بیان فرمائی!

وانک لعلی خلق عظیم ۔۴

ترجمہ ☆ اور بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا!

کان خلقہ القرآن حضور ﷺ کا خلق قرآن تھا(۵)۔ یعنی جن اوصاف و عادات ' محاسن اور مکارم اخلاق کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا ہے آنحضرت ﷺ ان سے کمال درجہ متصف تھے ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو بھی ان اوصاف سے آراستہ کرنے کے لئے ان کی تلقین فرمائی یہی وجہ ہے کہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں اخلاق حسنہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ (کنزالعمال) جو کہ احادیث مبارکہ کی مختلف کتابوں کا مجموعہ ہے اس میں ۳۹۰۶ احادیث مبارکہ اخلاقیات کے موضوع پر مختلف ابواب میں جمع کی گئی ہیں۔۶۔ یہاں پر اس موضوع سے متعلق چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں تاکہ اخلاق حسنہ کی اہمیت وافادیت کو سمجھا جاسکے سرور کونین ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد اخلاق حسنہ کی تکمیل کو قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا!

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔۷ میں تو اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔

حسن اخلاق کو ایمان کے کمال کا معیار ٹھہراتے ہوئے فرمایا! اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا ۔۸ مومنوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے

خیارکم احسنکم اخلاقا ۔۹ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

پیغمبر انسانیت ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعلیم و تربیت فرما کر انہیں اخلاق کے اعلیٰ مراتب پر فائز کیا اور ان کی صحبت میں تابعین نے اخلاق حسنہ کی تربیت حاصل کی انہوں نے تبع تابعین اور صوفیائے کرام کو خلق نبوی ﷺ سے آراستہ کرکے دین اسلام کی ترویج واشاعت کا کام دنیا کے مختلف ممالک میں سرانجام دیا ظلمت کدہ

ہند میں بھی اولیائے کرام نے ہی اپنی خوش خلقی کی بدولت اسلام کے نور کو پھیلایا اور آج بھی ہمیں اخلاق حسنہ کے جو نمونے نظر آتے ہیں وہ انہیں حضرات قدسیہ کے فیضان نظر اور تعلیم و تربیت کے مرہون منت ہیں۔ ایسے ہی بلند اخلاق کی حامل ہستی حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کی شخصیت ہے جنہوں نے گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری میں ہندو پاکستان میں سندھ 'کشمیر' پنجاب' سرحد اور افغانستان کے دور دراز مقامات پر پہنچ کر اپنی عادات حمیدہ اور اوصاف جمیلہ کی بدولت گمراہوں کو راہ راست پر لاکر دولت ایمان سے سرفراز فرمایا اور اہل ایمان کو اخلاق و کردار کی بلندیوں پر پہنچا کر دنیا والوں کے لئے دل کش نمونہ بنا دیا آپ کی تمام زندگی ذکر و فکر 'عبادت و ریاضت ' توکل و غنا ' جود و سخا' عفو و درگزر اور خدمت خلق میں بسر ہوئی آنجناب کے حسن اخلاق پر مبنی چند واقعات زیر نظر صفحات میں شامل کئے جارہے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں ہم بھی اپنے آپ کو ایسے ہی اخلاق حسنہ سے آراستہ کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرسکیں۔

توکل و غنا

یہ صوفیائے کرام کا خصوصی وصف ہے انہیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر کامل یقین حاصل ہوتا ہے وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا رازق اور پالنہار سمجھتے ہیں اور ان کی نظروں میں دنیاوی مال واسباب کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی بلکہ ان کی نظریں تو اپنے مالک حقیقی پر لگی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ان پر اتنی نوازش فرماتا ہے کہ انہیں دنیا والوں سے بالکل بے نیاز کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے والوں کی شان خود رب تعالیٰ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ بیان فرماتا ہے!

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ سے ۱۰۰ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کے لئے وہ کافی ہے۔

حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو کامل بھروسہ تھا اور جس کی بدولت انہیں استغنائے قلبی کا جو بلند مقام نصیب ہوا اس کا اندازہ کریں کہ کابل کے گورنر نواب امیر خان نے جو کہ آپ کا انتہائی معتقد تھا مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی طرف سے چند لاکھ درم کا وظیفہ آپ رحمت اللہ علیہ کے صاحبزادوں کے نام مقرر کروا کے اس کی سند بڑے ادب و احترام کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا! امیر خان اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے کہ تو فقیروں کے ساتھ اس قدر ہمدردی رکھتا ہے۔ لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں تم اسے محتاجوں اور ضرورت مندوں

کو دے دو نواب صاحب نے دوبارہ بڑی عاجزی کے ساتھ اسے قبول کرنے کی التجا کی' چنانچہ آنجناب رحمت اللہ علیہ نے فرمایا نواب امیر خان مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے تم مطمئن رہو تمہاری یہ مخلصانہ کوشش رب تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں منظور و مقبول ہے۔ لیکن میں اسے اس لئے قبول نہیں کرسکتا کہ میں نے ہر طرف سے منہ موڑ کر دنیا کے اسباب سے بالکل قطع تعلق اختیار کرلیا ہے۔ اپنی امیدوں کا مرکز و محور اسی کی ذات اقدس کو بنا رکھا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی لو لگا رکھی ہے میں نہیں چاہتا کہ اس سے نظریں پھیر کر کسی دوسری طرف دیکھوں۔

میں تمہارے سامنے ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ بات تمہاری سمجھ میں آجائے۔ اے امیر اگر تمہارے بادشاہ عالمگیر کا کوئی خادم اپنے بادشاہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے بادشاہ کی طرف رجوع کرنا شروع کردے تو تم بتاؤ کہ اس کے متعلق عالمگیر کا رویہ کیا ہوگا اسی طرح میں واجب الوجود بادشاہ حقیقی' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا غلام ہوں معاذ اللہ اگر میں اس کی بارگا عالیہ کی بجائے کہیں اور امید لگا لوں تو میرا کیا انجام ہوگا؟ یہ بات سن کر امیر خان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور وہ سند لے کر واپس چلا گیا۔

اس واقعے پر غور کرنے سے ایک طرف آپ کے استغنائے قلبی اور "توکل علی اللہ" کا اظہار ہوتا ہے تو دوسری طرف آپ کے اخلاق کریمانہ کی شفقت و مروت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے انکار میں بھی کس قدر متانت اور اعلیٰ ظرفی کا ثبوت پیش فرمایا تاکہ نواب امیر خان کی دل شکنی نہ ہو۔ نیز اس سے آپ رحمت اللہ علیہ کی اپنے جد اعلیٰ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذہنی اور قلبی ہم آہنگی کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو جب عباسی خلیفہ مستنجد باللہ نے اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی پیش کی تو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اسے قبول نہیں فرمایا تھا۔ اسی طرح حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ نے تقریباً چھ سو سال کے بعد پشاور میں اپنے جد اعلیٰ کی سنت ادا فرمائی!

عفوودرگزر

اللہ تعالیٰ غصے کو دبانے اور عفو و درگزر سے کام لینے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے۔ اور انہیں قرآن حکیم میں اپنے محبوب کہہ کر یاد فرمایا!

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ اور غصے کو پینے والے لوگوں کو معاف کرنے

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ درگزر کرنے والے اور اچھے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں

حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ کی طبیعت میں بھی عفو و درگزر اور حلم و بردباری کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ آپ یگانوں اور بے گانوں سب کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتے۔ "ایک دفعہ آپ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں پشاور سے کابل تشریف لے گئے اور ایک خادم خاص' کو گھر والوں کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑا وہ خادم کسی ضرورت کے تحت گھر کے صحن میں لگے ہوئے درخت پر چڑھا تو پڑوس میں رہنے والے جو کہ نواب ناصر خان کے رشتہ دار تھے دوڑتے ہوئے آئے خادم کو درخت سے اتار کر اس کی بے عزتی کی' اسے پکڑ کے گھر لے گئے اور اسے خوب زد و کوب کرنے کے بعد اپنے گھر میں بند کر دیا تمام اہل محلّہ نے جمع ہو کر بڑی منت سماجت کے بعد خادم کو ان کے پنجے سے چھڑایا اور گھر لے آئے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ رات کو مالک مکان پر پاگل پن کا دورہ پڑا۔ اس نے کپڑے پھاڑ دیئے گھر میں بچوں بوڑھوں اور مردوں و عورتوں' سب کو مارنا پیٹنا شروع کردیا۔ چنانچہ گھر والوں نے مل کر اسے زنجیروں سے جکڑ دیا کچھ عرصے کے بعد حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ کی پشاور واپسی کی اطلاع پہنچی تو اس پاگل کے رشتہ دار آپ رحمت اللہ علیہ کے استقبال کے لئے گئے اور بڑی ندامت و شرمندگی سے تمام واقعات عرض کئے۔ آپ نے پاگل کو حاضر کرنے کا حکم دیا جب اسے لایا گیا تو وہ سلام کرنے کے بعد ایک طرف کھڑا ہوگیا' آپ نے اسے کھول دینے کا حکم فرمایا' چنانچہ اسے زنجیروں سے آزاد کر دیا گیا تو آپ رحمت اللہ علیہ' یوں گویا ہوئے کہ" اے مرد نیبی! تم نے اس شخص کو کیوں تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے تو وہ کہنے لگا حضور جس طرح انسان آپ کے مرید ہیں' اسی طرح جنات میں بھی آپ کے ارادت مند موجود ہیں' ان عقیدت مندوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔ اس شخص نے آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے گھر والوں کی بے عزتی کی خادم کو دکھ پہنچایا' تو مجھ سے یہ ظلم و ستم برداشت نہ ہوسکا' میں نے عہد کیا ہے کہ' اسے ایسی سزادوں جو یہ ہمیشہ یاد رکھے' اور جب تک یہ زندہ ہے میں اسے اس تکلیف میں مبتلا رکھوں گا آپ رحمت اللہ علیہ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ' میں نے اسے معاف کیا ہے اب تم بھی اسے معاف کردو۔ اور اسے چھوڑ دو چنانچہ فوراً اس کی حالت بدل گئی اس کی سابقہ صحت بحال ہوگئی اور پاگل پن جاتا رہا۔"[۱۳]

جب انسان کو یہ یقین ہو جائے کہ روزی فراہم کرنا خدا کا ذمہ ہے تو اس کے لئے سخاوت و فیاضی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس حقیقت کا ادراک اور یقین کامل اہل اللہ کو نصیب ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ مال و دولت سے ہرگز محبت نہیں کرتے' نہ ہی اسے جمع کرتے ہیں بلکہ ان کے پاس جو کچھ آتا ہے وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان خاص بندوں کی فضیلت کا اظہار ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنا بل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم(۱۵)۔

ترجمہ ○ مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں۔ اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایسی ہے جیسے ایک دانہ جو لگاتا ہے سات بالیں' ہر بال میں سو دانے اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسیع بخشش والا اور جاننے والا ہے۔

اولیاء اللہ جس قدر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ بھی مخلوق خدا پر خرچ کرنے میں بہت زیادہ فراخ دل تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو کرم نوازی فرمائی تھی اس کا ذکر آپ رحمت اللہ علیہ نے ایک مرتبہ گورنر کابل نواب امیر خان کو مخاطب کرکے فرمایا' "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنی نوازشیں کی ہیں اور اتنی دولت عطا فرمائی ہے کہ اگر مشرق و مغرب کے رہنے والے اکٹھے ہو کر مجھ سے نان نفقہ طلب کریں تو سب کو دوں اور کسی قسم کی کمی نہ پاؤں۔"۲۷

مخلوق خدا کو کھانا کھلانا آپ کا محبوب مشغل تھا۔ آپ لوگوں کو عیال اللہ سمجھ کر انھیں کھلاتے پلاتے تھے۔ اور آپ نے لنگر شریف کا انتہائی بہترین انتظام فرما رکھا تھا جہاں پر ہر امیر وغریب اور فقیر و درویش کو کھانا ملتا تھا۔ اور آپ کا یہ معمول تھا کہ تمام خرچ قرض لے کر کرتے جب چار پانچ ہزار روپیہ آپ کے ذمہ جمع ہو جاتا تو بارگاہ الٰہی سے خود بخود اس رقم کی ادائگی کی سبیل نکل آتی۔ جب آپ تبلیغ اسلام واشاعت سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ' کے سلسلے میں کشمیر تشریف لے گئے تو وہاں پر بھی آپ کا یہی معمول رہا جب چند ماہ کے بعد پشاور واپسی کا پروگرام بنایا اور سفر کی تیاری شروع کی تو قرض خواہوں نے جمع ہو کر اپنی رقم کا مطالبہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا میں پشاور پہنچ کر روانہ کردوں گا۔ لیکن انہوں نے یقین نہ کیا اور سخت کلامی پر اتر آئے تو مجبوراً آپ کو راز کھولنا پڑا اور ارشاد فرمایا کہ میرے حجرے میں

جا کر نشست گاہ کے نیچے سے اپنا اپنا قرض لے لو جب انہوں نے چٹائی اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے نیچے سونے چاندی کے سکوں کا ڈھیر پڑا ہوا ہے جب ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ اٹھا لیا تو باقی اشرفیاں خود بخود ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ ۱۷

اسی طرح حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب والد گرامی قدر حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ کا وصال ہوا اور لوگ تعزیت کے لئے آنے لگے۔ ان میں چند احباب ایسے بھی موجود تھے جن کا لنگر شریف کے سلسلے میں چند ہزار روپیہ والد گرامی کے ذمہ واجب الادا تھا یہ سب جمع ہو کر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے میرے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ اپنے قرض کے سلسلے میں متفکر ہیں' چنانچہ میں نے ان سے پوچھا کیا بات ہے تو وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے والد صاحب کے مقام قرب الٰہی پر گفتگو کر رہے ہیں۔ جب چند دن قبل ہم نے ان کی بیماری کا ذکر سنا تو اپنے قرض کے متعلق پریشان ہو گئے۔ چنانچہ رات کے وقت چند مشعل بردار آئے ہم سب کو اکٹھا کیا اور فرمایا' ہمارے ساتھ حساب کرو' حضرت صاحب کے ذمہ جو قرض ہے اس کے کاغذات ہمیں دے دو اور اپنی رقم وصول کرلو سب نے اپنے اپنے تمسکات ان کے حوالے کردیئے اور انہوں نے ہم سب کو رقم ادا کردی اور پھر رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ فرماتے ہیں! چنانچہ میں نے جا کر جب والد گرامی کے کاغذات دیکھے تو یہ تمام دستاویزات وہاں موجود تھیں۔ ۱۸

خدمت خلق

حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ عوام الناس کی خدمت کا بہت خیال کرتے تھے آپ کے لنگر شریف سے جن فقراء و غرباء کو کھانا مہیا کیا جاتا تھا۔ آپ خود بنفس نفیس ہر ایک کی خبر گیری واحوال پرسی فرماتے اور اس بات کا خاص اہتمام فرماتے کہ ہر ایک کو کھانا مل جائے آپ کی اس عادت مبارکہ کا خادم مطبخ کو بخوبی علم تھا اسی لئے ایک مرتبہ جب ایک درویش شام کو کھانے کے لئے حاضر نہ ہوسکا تو خادم مطبخ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ فلاں درویش موجود نہیں ہے آپ نے فرمایا اس کا کھانا میرے پاس لے آؤ چنانچہ آپ نے تمام رات آگ جلا کر اس کھانے کو گرم رکھا اور جب علی الصباح وہ فقیر خانقاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے گرم گرم کھانا اسے پیش فرمایا! وہ یہ دیکھ کر بڑا متعجب ہوا اور پوچھا اس وقت یہ کھانا گرم کیسے کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا! ہم تمام رات تمہارا انتظار کرتے رہے

کہ تم تھکے ہارے جب آؤ گے تو ٹھنڈا کھانا نہ کھا سکو گے اس لئے آگ پر اسے گرم رکھا۔۱۹ سبحان اللہ کس قدر مخلوق خدا پر شفقت و محبت فرماتے تھے اور باوجود بلند مقام پر فائز ہونے کے خلق خدا کی خدمت میں کس قدر مستعدی دکھاتے اور خدمت خلق میں کسی قسم کا عار محسوس نہ فرماتے تھے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ آپ رحمت اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں! "میرے والد بزرگوار سید حسن رحمت اللہ علیہ مخلوق خدا کے ساتھ اس قدر شفقت اور مہربانی سے پیش آتے جیسے باپ بیٹے سے محبت کرتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی مریض ہوتا اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اور اس کی دوا و غذا کا بندوبست اپنی جیب سے فرماتے! کسی نادار مقروض کے متعلق پتہ چل جاتا تو اس کا قرضہ ادا فرما دیتے" یا قرض کی ذمہ داری قبول کر کے اس کی گلو خلاصی کرادیتے یتیم مسکین اور بے سہارا بچیوں کی شادی کے لئے جہیز کا اہتمام فرماتے کثیرالعیال غرباء کے طعام و لباس کے لئے یومیہ وظیفے مقرر کر کے ایسا عمدہ انتظام فرماتے کہ آئندہ اسے سوال کرنے کی نوبت نہ آتی۔ مجاہدین کے لئے اسلحہ اور گھوڑے وغیرہ مہیا فرماتے۔ بعض اوقات اپنا ذاتی اسلحہ اور گھوڑا بھی مجاہدین کی نذر کردیتے طلباء کو لباس اور کھانا مطبخ سے فراہم کیا جاتا تھا نیز انھیں کتابیں بھی مرحمت فرماتے' جو بھی شخص بھوکا ہوتا اسے کھانا کھلاتے۔ علاوہ ازیں ہر روز ہزاروں آدمیوں کو لنگر شریف سے کھانا ملتا تھا۔۲۰

الغرض حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ اخلاق حسنہ کا ایک ایسا نورانی پیکر تھے جن کے نور سے آج بھی ایک عالم منور ہے اور خاندان عالیہ قادریہ حسنیہ کے سجادہ نشین بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کی ذات اقدس ان اخلاق حسنہ کا مظہر اتم بن کر امت محمدیہ کو اپنے فیوض و برکات سے نواز رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مقدس ہستی کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور ہمیں ان کی صحبت میں رہ کر اخلاق حسنہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے!

آمین

وجاہ سید المرسلین

حواشی

١ ☆ بلیاوی عبدالحفیظ ' مصباح اللغات ' مقبول اکیڈمی لاہور ص ٢١٧

٢ ☆ فخرالدین رازی ' تفسیر کبیر' بحوالہ کرم شاہ ' تفسیر ضیاء القرآن' ضیاالقرآن پبلکشنز ج ٥ ص ٣٣١

٣ ☆ سلیمان ندوی ' سیرت النبی ' ناشران قرآن لاہور ١٩٧٥ء ج ٦ ص ٣٩ تا ٤١

٤ ☆ القلم ٦٨ = ٥٣

٥ ☆ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی ' "انوار غوثیہ" شرح شمائل نبویہ' ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ص ٣٤٣

٦ ☆ سلیمان ندوی ' سیرت النبی ج ٦ ص ٣٩

٧ ☆ مسند احمد ' بیہقی ' ابن سعد بحوالہ سلیمان ندوی' سیرت النبی

٨ ☆ ترمذی شریف ' ابوداؤد شریف' بحوالہ سلیمان ندوی' سیرت النبی

٩ ☆ بخاری شریف' کتاب المفرد

١٠ ☆ الطلاق ٦٥ = ٣

١١ ☆ شاہنواز خان' ماثرالامراء (اردو ترجمہ محمد ایوب قادری) مرکزی اردو بورڈ کراچی ج ١ ص ٢٨٢

١٢ ☆ شاہ غلام ' خوارق عادات (اردو ترجمہ سید محمد امیر شاہ) مکتبہ الحسن پشاور ١٩٨٣ء ص ٥٩ = ٦٠

١٣ ☆ آل عمران ٣ = ٣٢

١٤ ☆ ایضاً خوارق عادات ص ٥٠ = ٥٣

١٥ ☆ البقرہ ٢ = ٢٦١

١٦ ☆ ایضاً خوارق عادات ص ٤٢

١٧ ☆ ایضاً خوارق عادات ص ٤٧ = ٤٨

١٨ ☆ ایضاً خوارق عادات ص ٤٣

١٩ ☆ خوارق العادات اردو ترجمہ ابوالحسنات سید احمد قادری بنام الارشادات مکتبہ الحسن پشاور ١٩٩٢ء ص ٣٩

٢٠ ☆ ڈاکٹر ام سلمٰی "شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات" مکتبہ الحسن پشاور ١٩٩٠ء ص ٧٥

سید حسن رحمۃ اللہ علیہ ہمارا

از شبیر احمد شاہ اسد (مرحوم)

دونوں جہاں میں پیارا۔ سید حسن ہمارا — اسلام کا دُلارا۔ سید حسن ہمارا

امی نبی کا پیارا۔ سید حسن ہمارا — چشم علی کا تارا۔ سید حسن ہمارا

نُورِ خدائے اکبر، پاکیزہ اور اطہر — ہر بے نوا کا چارا۔ سید حسن ہمارا

رفعت کے آسماں پر عظمت کے کہکشاں پر — چمکا ترا ستارا۔ سید حسن ہمارا

ہمت کے گُلستاں میں غربت کے آشیاں میں — تھا سب سے آشکارا۔ سید حسن ہمارا

فقر و غنا کا مالک، جود و سخا کا مالک — سید حسن ہمارا۔ سید حسن ہمارا

گم کردہ رہ کا ہادی۔ اسلام کا یہ غازی — گرتوں کا ہے سہارا۔ سید حسن ہمارا

رہ سے بھٹک گیا ہوں ہستی کو کھو چکا ہوں — اب تُو ہے میرا چارا۔ سید حسن ہمارا

جُوئے رواں سے اپنے عرفاں کا جام بھر دے — پیاسا ہُوں میں خدارا۔ سید حسن ہمارا

اپنی اسدؔ دُعا ہے اور ان سے التجا ہے
محشر میں دیں سہارا۔ سید حسن ہمارا

حضرت ابوالبرکات
سید حسن بادشاہ قادری الگیلانی رحمت اللہ علیہ اور کرامات

ترتیب ○ تنویر احمد قادری

کرامت کی تعریف کرامت ایسا فعل ہے جو اس کی مانند لانے پر انسانی عادتوں کو عاجز کر دے۔ معرفت الٰہی کے لیے استدلالی قوتوں سے صدق کے مقابل باطل کو عاجز کر دینا بھی کرامت ہے(۱) نیز شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ مشکوۃ شریف کی شرح اشعۃ اللمعات باب کرامات اولیاء کے ضمن میں کرامات کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ کرامات جمع کرامت کی۔ بمعنی تعظیم و احترام **اسطلاح** شریعت میں کرامت وہ عجیب و غریب چیز ہے جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو حق یہ ہے کہ جو چیزیں نبی کا معجزہ بن سکتی ہیں وہ ولی کی کرامت بن سکتی ہیں۔ سوائے اس معجزے کے جو دلیل نبوت سے ہو جیسے وحی اور آیات قرآنیہ معتزلہ کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک کرامت حق ہے۔(۲)

خرق عادت اور کرامت (**اسطلاحاً**) معنی کے لحاظ سے ایک ہی چیز ہے(۳)

قرآن کریم سے کرامت کا ثبوت :۔ **صاحب دلائل النبوت' امام المستغفری '** رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کرامات اولیاء حق ہیں۔ اس پر کتاب اللہ احادیث صحیحہ اور اجماع اہل سنت و جماعت شاہد ہے کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے!

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ

"جب زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آتے تو ان کے پاس رزق موجود پاتے"

اہل تفسیر کہتے ہیں کہ ان کے پاس موسم گرما کے میوے جاڑے کے موسم میں اور موسم سرما کے میوے موسم گرما میں دیکھے جاتے تھے اور مریم علیہا السلام **بالاتفاق** نبی نہیں تھیں پس یہ آیت کرامات اولیاء پر حجت ہے(۴) ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاۡوٗۤا اِلَى الۡـكَهۡفِ يَنۡشُرۡ لَـكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيُهَيِّئۡ لَـكُمۡ مِّنۡ اَمۡرِكُمۡ مِّرۡفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمۡسَ اِذَا طَلَعَتۡ تَّزٰوَرُ عَنۡ كَهۡفِهِمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ وَاِذَا غَرَبَتۡ تَّقۡرِضُهُمۡ ذَاتَ الشِّمَالِ۔

اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو۔ تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنادے گا اور اے محبوب ﷺ آپ سورج کو دیکھیں گے جب نکلتا ہے ان کے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے(۵)۔

امام فخرالدین رازی رحمت اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہوئے طویل بحث کی ہے اور اس سے کرامات اولیاء کو ثابت کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہمارے صوفیائے عظام نے کرامات کے ثابت کرنے کے لیے اس آیت کو بطور حجت پیش فرمایا ہے اور ان کا یہ استدلال بالکل واضح ہے(۶)

کرامت کا سنت نبوی سے ثبوت :۔ کرامت کا سنت نبوی ﷺ سے ثبوت یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی باندی زائدہ ایک دن حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آئی اس نے سلام عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا! زائدہ اتنے دنوں کے بعد کیوں آئی ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ایک عجیب بات عرض کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔ فرمایا! وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں صبح کے وقت لکڑیاں تلاش کرنے کے لیے نکلی اور ایک گٹھڑ باندھ کر پتھر پر رکھا تاکہ میں اسے اٹھا کر سر پر رکھوں اتنے میں ایک سوار آسمان سے زمین پر اترتے دیکھا اس نے پہلے مجھے سلام کیا اور پھر کہا کہ حضور اکرم ﷺ سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ خازن جنت رضوان نے سلام پیش کیا ہے اور آپ ﷺ کو بشارت دی ہے کہ جنت کو آپ ﷺ کی کرامت کے لیے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک حصہ تو ان لوگوں کے لیے ہے' جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ایک حصہ ان لوگوں کے لیے' جن پر حساب آسان ہوگا۔ اور ایک حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو آپ ﷺ کی سفارش اور وسیلے سے بخشے جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ سوار آسمان پر چڑھنے لگا۔ پھر زمین و آسمان کے درمیان میری طرف

رخ کر کے اس نے دیکھا کہ میں لکڑی کا گٹھڑ اٹھا کر سر پر رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ مجھ سے اٹھایا نہیں جارہا تھا۔ اس سوار نے کہا اے زائدہ اسے پتھر پر ہی رہنے دو پھر پتھر سے کہا اے پتھر! اس گٹھڑ کو زائدہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان تک پہنچاوے۔ اس پتھر نے ایسا ہی کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اپنے صحابہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور اس پتھر کے آنے اور جانے کا نشان ملاحظہ فرمایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! الحمدللہ ! میری امت میں سے ایک عورت جس کا نام زائدہ ہے اسے مریم سلام اللہ علیہا کے درجہ پر فائز کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا۔ سفر کے دوران ایک نہر پڑی۔ لشکریوں نے اس میں قدم ڈالدیے۔ سب گزر گئے اور کسی کا پاؤں تک نہ بھیگا۔(۷)

سب سے بڑی کرامت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور گناہ سے بچنا ہے:۔

امام قشیری رحمت اللہ علیہ رسالہ قشیریہ میں تحریر کرتے ہیں کہ' یاد رکھو سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں اپنی اطاعت گزاری کی ہمیشہ توفیق دیتا رہے اور خدا کے احکام کی مخالفت سے بچاتا ہے۔(۸)
حضرت عبدالرحمن جامی رحمت اللہ علیہ **نفحات الانس** میں تحریر فرماتے ہیں۔ خرق عادات کی اقسام تو بہت سی ہیں جیسے معدوم کا موجود اور موجود کا معدوم کرنا' ایک پوشیدہ امر کا ظاہر کرنا اور امر ظاہر کا چھپا دینا۔ دعا کا مقبول ہونا مسافت بعید کا تھوڑی مدت میں طے کرلینا امر غائب کی خبر دینا ' بیک وقت متعدد مقامات و مکانات میں پایا جانا' مردوں کا زندہ کرنا ' زندوں کا مارنا ' حیوانات و نباتات و جمادات کی تسبیح سننا ' بوقت حاجت بغیر اسباب کے کھانے پینے کے اسباب موجود ہوجانا وغیرہ (۹) نیز محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے فتوحات مکیہ شریف کے ۱۸۴ باب میں ارشاد فرمایا کہ اے قاری! اللہ کریم آپ کو اپنی تائید سے نوازے۔ یہ جان لیجئے کہ کرامت حق تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ اس ذات کے اسم "بر" کی کرم فرمائیاں ہیں۔لہٰذا یہ ابرار کے حصے میں ہی پورے جمال کے ساتھ جلوہ ریز ہوتی ہیں کیوں کہ مناسبت اس بات کی متقاضی ہے کہ "بر" کے احسان ابرار تک پہنچیں اگرچہ وہ خود طلب کرامت نہ ہی فرمارہے ہوں

کرامت کی دو قسمیں ہیں:۔ ایک حسی اور دوسری معنوی ' کرامت عام لوگ

صرف حسی کرامت کو ہی سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً دل کی بات پر مطلع ہونا ' ماضی حال و مستقبل کے غیوب کی اطلاع دینا ' کون سے اخذ کرنا و پانی پر چلنا ' ہوا میں اڑنا' زمین کا لپٹ جانا' نظروں سے اوجھل ہوجانا' دعا کا فوراً قبول ہوجانا ' عوام کو صرف ایسی کرامات معلوم ہوتی ہیں

معنوی کرامات کیا ہیں رہی بات "کرامت معنوی" کی تو انھیں اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہی پہچانتے ہیں۔ عوام کو وہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔ معنوی کرامات یہ ہیں کہ آداب شریعت اس بندۂ حق کے لیے محفوظ ہوجاتے ہیں۔ مکارم اخلاق کو سامنے لانے کی اسے توفیق ملتی ہے اور گھٹیا اخلاق سے وہ مجتنب ہوجاتا ہے وہ مطلقاً اوقات گیہہ میں واجبات کی ادائگی پر محافظت کرتا ہے خیرات و حسنات کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کا سینہ بغض و حسد کینہ اور سوئے ظن سے پاک ہوتا ہے ہر صفت مذموم سے اس کا نورانی دل پاکیزہ ہوتا ہے انفاس قدسیہ کے ساتھ مراقبہ کرنے کا شرف اسے حاصل ہوتا ہے وہ اپنی جان اور دیگر اشیاء میں حقوق اللہ کی رعایت کو اپنا شعار بنالیتاہے وہ مولا کریم کے آثار رحمت و نوازش کو اپنے دل میں تلاش کرتا ہے وہ سانسوں کے آتے جاتے پوری مراعات سے کام لیتا ہے جب سانس آئے تو ادب سے اسے قبول کرتا ہے اور جب سانس نکلے تو اسے خلعت حضوری حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو اولیائے کرام کی معنوی کرامات ہیں۔ ان میں نہ مکر کا دخل ہے نہ استدراج کا ' یہ سب وفائے عہد کی دلیل ہیں کہ مقصود ٹھیک ہے اور کوئی مطلوب اگر نہیں مل سکا تو رضائے خداوندی پر شاکر ہین ان کرامات میں ایسا ولی اپنا شریک راہ مقرب فرشتوں اور احیاء و مختار اولیائے کرام کو ہی پاتا ہے

حسی کرامات اب کرامات حسیہ جو معلومات عامتہ الناس ہیں تو ان سب میں مکر خفی کا داخل ہونا ممکن ہے ' اب ہم اگر ان اشیاء کو کرامت تصور کریں تو ضروری ہے کہ وہ استقامت کا نتیجہ ہوں یا استقامت پیدا کرنے کا ذریعہ ہوں اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو پھر وہ کرامت بھی نہیں جب کرامت کا نتیجہ استقامت ہو تو ہوسکتا ہے کہ اللہ کریم اسے عملی بنادیں یا فعل کی جزا بنادیں اور جب کسی سے یہ ظہور پذیر ہیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کرامات کی وجہ سے محاسبہ فرمائیں

عظمت علم حقیقی رہی بات کرامات معنویہ کی تو مذکورہ بالا باتیں ان کو خراب نہیں کرسکتیں کیونکہ ان کے ساتھ علم ہوتا ہے' علمی قوت اور علمی شرف یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ ان کرامات میں مکر داخل نہ ہو کیوں کہ حدود شرع' مکر کا جال نہیں بنائی جاسکتیں' اس لیے

کہ یہ حدود نیل سعادت و کمال کے ملنے واضح راستہ ہیں۔ علم و عمل پر ناز و غرور سے بھی عالم کو محفوظ رکھتا ہے کیوں کہ علم کا شرف ہی یہ ہے کہ وہ آپ کو عمل کی طرف لے جائے اور جب آپ سے عمل کا ظہور ہو چکے تو آپ کو عمل سے الگ کر کے اسے اللہ تعالیٰ سے نسبت دے دے اور علم آپ کو بتا دے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی توفیق و ہدایت سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ اسی کی عنایت کی دستگیری کا صدقہ یہ طاعت اور حفظ حدود ایسہ ہے جب ولی کے باطن سے ایسی ظاہر کرامات صادر ہوتی ہیں تو وہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ اس غیر عادت چیز پر عادی اشیاء سے پردہ ڈال دے تاکہ وہ عام لوگوں سے متمیز نہ ہو اور سوائے علم کے کسی اور صفت کا موصوف ہونے کا اسی کی طرف اشارہ نہ ہو کیوں کہ مطلوب اصلی علم ہے منفعت کا مدار اسی پر ہے اگر چہ آدمی علم پر عامل نہ ہی ہو کیوں کہ حسب ارشاد خداوندی! عالم و جاہل برابر نہیں ہیں۔ ثابت ہوا کہ علماء حق تلبیس سے مامون ہیں۔ تو کرامت بندوں کے لیے من و احسان ہے یہ انہیں کا حصہ ہے جو "علم کون" سے حتیٰ کہ اپنی جانوں سے ہی ہٹ کر متوجہ الی اللہ ہوتے ہیں کیوں کہ انہیں اپنی جانوں میں بھی ذات حق نظر نہیں آتی یعنی ذات خدا کے سامنے سب گویا موجود ہی نہیں ہیں۔ تو ایسے عظیم لوگوں کو جو سب سے بڑا تحفہ ملا ہے وہ کرامت علم ہے اور علم کا موطن دنیا ہے باقی جتنی خارق عادت چیزیں ہیں' ان کا موطن دنیا نہیں ہے۔ اب یہ خارق عادت اس وقت کرامت بنے گی جب تعریف خداوندی اس سے حاصل ہوگی۔ صرف خارق عادت ہونے کی وجہ سے وہ کرامت نہیں بن جائے گی۔ اب جس کرامت سے تعریف الٰہی یعنی معرفت الٰہی حاصل ہوگی وہ علم بن جائے گی تو خارق عادت جو معرفت الٰہی دیتی ہے۔ وہ علم ہوگی تو کرامت ایسہ کا انجام ہی علم خداوندی ٹھہرا(۱۰) حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں تحریر فرماتے ہیں!

"اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں اور ان سے بکثرت خرق عادات کے واقع ہونے کے باعث ان کی یہ بات عادت مستمرہ ہوگئی اور کرامت کا منکر علم عادی اور ضروری کا منکر ہے۔ نبی کا معجزہ وہ دعویٰ نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور کرامت اس بات سے خالی بلکہ اس نبی کریم ﷺ کی متابعت کے اقرار کرنے کے ساتھ ملی ہوتی ہے(۱۱)

کرامات اولیاء بعد از ممات :۔ سرحد کے معروف عالم دین حضرت علامہ مولانا سید ذکریا شاہ بنوری رحمتہ اللہ علیہ اپنے رسالے کرامات اولیاء بعد از ممات اولیاء کرام میں

تحریر فرماتے ہیں کہ شہید کی طرح ولی کی کرامت بھی اس کے انتقال کے بعد منقطع نہیں ہو سکتی بلکہ اس کی کرامت بعد از ممات حال حیات کی کرامت سے زیادہ اظہر اور اقویٰ ہوتی ہیں(۱۲) صاحب تفسیر مظہری حضرت علامہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ مندرجہ ذیل آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ یعنی!

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ نبی اور صدیق اور شہداء اور صالحین ہیں

اسی واسطے صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ہماری ارواح ہمارے بدن ہیں اور ہمارے بدن ہماری ارواح ہیں اور سینکڑوں ہزاروں معتبر واقعات ایسے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اپنے دوستوں کی اعانت کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک و تباہ کرتے ہیں اور جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھاتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبوت کے کمالات وراثتاً چلے آتے ہیں۔ یہ لوگ جن کو کمالات نبوت وراثتاً مرحمت ہوتے ہیں۔ انہیں اصطلاح شرع میں صدیق اور مقرب کہتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وجود وہبی عطا ہوتا ہے۔ ذیل کی احادیث و اخبار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور شہداء اور صالحین کے بدن کو بھی زمین نہیں کھاتی۔ حاکم اور ابو داؤد نے اوس بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم حرام فرمادیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے بھی ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے

امام مالک نے عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ عمرو بن الجموح اور عبداللہ ابن جبیر انصاری رضی اللہ عنہما کی قبر سیلاب کی وجہ سے دھنس گئی یہ دونوں حضرات احد کے دن شہید ہوئے تھے اور دونوں ایک ہی قبر میں دفن کردیئے گئے تھے۔ جب قبر سیلاب کی وجہ سے خراب ہوگئی تو چاہا کہ انہیں یہاں سے دوسری جگہ دفن کردیا جائے۔ قبر کھودی گئی دیکھا تو اسی طرح ہیں کوئی تغیر نہیں آیا گویا کل دفن کیے گئے تھے۔ حالانکہ ان کی شہادت کو اس وقت چھیالیس برس ہوچکے تھے (۱۳)

کیا کرامت ولی کے اختیار میں ہے یا نہیں

برصغیر کے معروف و مستند عالم دین مولانا قطب الدین دہلوی

مشکوۃ شریف کی شرح "مظاہر حق" میں باب کرامات اولیاء کے ضمن میں لکھتے ہیں۔
"کرامت اولیاء کو بے قصد و اختیار حاصل ہوتی ہے اور قصد و اختیار سے بھی حاصل ہوتی ہے۔' یعنی ایک ولی ارادہ نہیں کرتا اور اس سے کرامت صادر ہوجاتی ہے اور ایک ولی چاہتا ہے کہ یہ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ ایسے ہی کردیتا ہے۔ کرامت اولیاء کے اختیار میں ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے(۱۴)

شہباز طریقت ' غواص بحر حقیقت ' عارف علوم علم لدنی ' سرگروہ ارباب طریقت و ولایت حضرت ابوالبرکات سید حسن گیلانی قادری خشوی ثم پشاوری رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات کے بارے میں ان کے پوتے اپنی کتاب خوارق العادات میں تحریر فرماتے ہیں !

"کرامات ایشاں مثل قطرات و مطرات لا یعد ولایحصی است"

یعنی آپ کی کرامات باران رحمت الٰہی کے قطروں کی طرح ان گنت اور بے شمار ہیں

نیز محدث کبیر حضرت سخی شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد جناب ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ! "خوارق عادات ازیں شاں بحدے ظہور یافتہ کہ تحریر آں دریں مختصر گنجائش ندارد" یعنی' آپ کی کرامات اس حد تک ظاہر ہوئیں کہ ان کی تمام تفصیل اس مختصر میں نہیں سماسکتی(۱۵) حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات پر سید غلام بن سید عابد بن سید سخی شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۱۸۹ھ میں ایک مستقل رسالہ خوارق العادات یعنی بعضے کرامات سید حسن رحمتہ اللہ علیہ فارسی میں لکھا۔ جس کا ترجمہ میرے پیر و مرشد حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی نے اردو میں کیا جو منظر عام پر آچکا ہے۔ قارئین کرام کی خدمت میں اسی رسالہ سے چند کرامات ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ پیش خدمت ہیں۔

حضرت شاہ غلام خوارق العادات میں تحریر فرماتے ہیں کہ! "آپ رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ طریقہ مقرر تھا کہ' ہر جمعہ کے دن فجر سے لے کر نماز جمعہ تک تمام خدام اور طالبان راہ حق ذکر جہر میں مشغول رہتے اور نعت خواں حضرات ذوق و شوق سے بھرپور نعتیں پڑھتے اور حضرت سید حسن رحمتہ اللہ علیہ متوجہ الی اللہ رہتے جب ذاکرین اپنے ذکر کو بند کرتے تو آپ جناب اپنا سر اقدس مراقبہ سے اٹھاکر ذاکرین کو رحمت کی نظر سے دیکھتے۔ اس وقت جس پر بھی آنجناب رحمتہ اللہ علیہ کی نظر مبارک پڑ جاتی' اسی وقت عالم ناسوت سے

عالم لاہوت کی منزل پر پہنچ جاتا۔ اور ہر شخص پر جو نیک یا گنہگار ہوتا اس کی نظر پڑتے ہی فوراً عارف باللہ ہوجاتا۔ بلکہ وہ چرند پرند جو دریں اثناء زیر نظر آجاتے تو زخمی شکار کی طرح تڑپ تڑپ کر زمیں پر گر جاتے"۔

اتفاقاً ایک صاحب عالم و فاضل حافظ قرآن حکیم جامع کمالات ظاہری و باطنی حافظ عنایت اللہ صاحب جن کے ہزاروں شاگرد تھے۔ انہوں نے ہرایک کی زبانی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ان واقعات و کرامات کو سنا' تو آنجناب کی خدمت میں آزمائش کے لیے حاضر ہوااور بحث کے انداز میں کہنے لگا کہ' "میں نے سنا ہے کہ تم جہلاء اور عوام پر نظر کرتے ہو تو تمہاری اس نظر سے ان کی حالت متغیر ہو جاتی ہے لہٰذا میں بھی آیا ہوں کہ اگر بات اس طرح ہے تو مجھ پر بھی نظر کرو"" آپ نے ارشاد فرمایا اس وقت چلے جاؤ وقت آنے پر ہوجائے گا اس نے جواباً کہا تو ابوالوقت ہے یعنی وقت آپ کے تابع ہے لہٰذا وقت کی قید کیوں لگاتے ہو! آپ رحمتہ علیہ جلال میں آگئے اور ایسی نگاہ فرمائی کہ وہ زمین سے بلند ہوا اور ہوا میں ناچنے لگا کچھ دیر بعد زمین پر آگرا کپڑے پھاڑ دیئے اور نعرے لگانے لگا اور آہ و زاری کرنے لگا۔ لوگوں نے ہاتھ پاؤں پکڑ کر حجرے میں بند کردیا تین دن بے ہوش و مدہوش پڑا رہا۔ جس وقت نماز تیار ہوتی تو' میں کان میں حی الصلوۃ کہتے تو اس میں بالکل حرکت نہ پاتے تیسرے دن حضرت سید حسن رحمتہ اللہ علیہ اس کے سرہانے تشریف لائے اور اس پر توجہ فرمائی فوراً آنکھیں کھولیں اور تندرست ہوگیا جب اس کی نظر چہرۂ انور پر پڑی تو قدموں پر منہ کو رگڑتا اور یہ آیہ کریمہ بار بار پڑھتا رہا

سبحانک تبت الیک وانا اول المسلمین

ترجمہ ○ پاک ہے تیری ذات تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں پہلا مسلمان ہوں

پھر آنجناب کے دست مبارک پر بیعت کی اور تمام کتابوں کو ایک طرف کردیا اور سوائے یاد الٰہی کے ہرچیز کو چھوڑ دیا اور لوگوں سے استغناء حاصل ہوگیا' بادشاہ اور فقیر' امیر اور غریب سب کے سب اس کی نظر میں برابر ہو گئے اور فنافی الشیخ و فنا فی الرسول ﷺ کے مدارج حاصل کرلیے حتیٰ کہ بقاباللہ کے مرتبہ کو پالیا اور جناب حضرت رسول کریم ﷺ اور جناب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی صحبت بابرکت اس کے اختیار میں آگئی جب بھی سید حسن رحمتہ اللہ علیہ کو حضور غوثیت ماب رضی اللہ عنہ میں کچھ عرض کرنا ہوتا تو حافظ عنایت اللہ صاحب کو فرماتے۔ یہ آپ رحمت اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق فوراً

بلا تاخیر حجرے میں جاکر حضرت غوث مآب میں عرض کرتے اور جواب با صواب لے آتے ' حضرت غلام صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درحقیقت اولیاء اللہ معرفت کے سورج ہیں جو ہر قسم کی تاریکی کو اپنی طرح روشن کر دیتی ہے حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر کے یہی معنی ہیں(۱۶)

آنانکہ خاک رابنظر کیمیاء کنند

آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

حضرت سید غلام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آپ کا خادم ہر وقت گزشتہ اولیاء کرام کی کرامتیں بیان کرتا۔ اور پھر آپ سے کرامت طلب کرتا آپ نے اس کو فرمایا(۱۷)۔ درویش کرامت کے درپے نہ ہو یاد الہٰی میں ہمہ تن مشغول رہ۔ حضور ﷺ کی سنت مطہرہ کی متابعت کر' کیونکہ نجات اسی میں ہے لیکن وہ کرامت طلب کرتا رہا' اتفاق ایسا ہوا کہ آپ " امر بالمعروف " کے لیے دوآبہ (ہشنگر) تشریف لے گئے راستہ میں دریا بہتا ہے جس کو بذریعہ کشتی عبور کرنا پڑتا ہے۔ آپ اس وقت عراقی گھوڑے پر سوار تھے اور وہی خادم رکاب تھامے ہوئے تھا۔ جب آپ کشتی کے قریب پہنچے تو آپ نے گھوڑے کی لگام کھینچی' گھوڑا بجائے کشتی کے دریا میں کود گیا وہ خادم جو رکاب تھامے ہوئے تھا دریا میں گر پڑا تمام مرید اور معتقد گھبرا گئے کہ آپ بمعہ خادم و سواری دریا میں غرق ہوگئے ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد آپ بمعہ سواری اور خادم دریا کے دوسرے کنارے پر نظر آگئے اب حیرانگی و تعجب کا عالم تھا کوئی آپ کے قدم چومتا کوئی ہاتھ ' آپ کے کپڑے ' گھوڑا اور خادم بالکل خشک تھے آپ نے اس خادم کو فرمایا اے اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ دیکھ لیا اس نے عرض کیا ہاں جناب ' پھر آپ نے فرمایا کہ پہلے تو گزشتہ اولیاء کی کرامات بیان کرتا تھا اب اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ بھی دیکھ لیا مگر یہ بات یاد رکھنا کہ یہ سب کچھ جو تم نے دیکھا اور سنا بچوں کا کھیل ہے اصلی مقصد کچھ اور ہے نیز سالک کے لیے یہ کرامات جتلانا باعث آفت ہے اور راہ سلوک میں بہت بڑی رکاوٹ ہے(۱۷)

محدث جلیل جناب شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"والد بزرگوار جناب سید حسن رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ اٹک سے پشاور کی طرف تشریف لارہے تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کی وظائف کی کتاب آپ کے خادم سے دریائے اٹک میں گر گئی۔ خادم بہت پریشان ہوا اور سراسیمگی کے عالم میں اس پر سکتہ سا چھا گیا لیکن وہ حضور

کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کرنے سے قاصر رہا۔ جب آپ نے آٹھ کوس کی مسافت طے کرنے کے بعد قیام کیا اور تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد حسب معمول وظائف کی کتاب طلب کی تو خادم پر ہیبت طاری ہوگئی اور وہ جواب نہ دے سکا۔ جب آپ نے دوبارہ کتاب مانگی تو خادم نے تمام واقعہ بیان کردیا آپ نے جواب دیا مجھے تم نے اس وقت اطلاع کیوں نہ دی پھر زبان فیض شان سے یہ کلمات ارشاد فرمائے! اس دریا کے پانی کی طرف جاؤ جو کہ اس دریا سے ملتا ہے اور ہاتھ بلند کر کے کہو کہ اے دریا سید حسن اپنی کتاب تم سے چاہتا ہے اس خادم نے عرض کیا جناب کتاب اٹک کو عبور کرتے وقت ہاتھ سے گر گئی تھی آپ نے فرمایا ! اے بے خبر اللہ تعالیٰ کے کاموں کو تو سمجھنے سے قاصر ہے پھر یہ خادم آپ کے اس ارشاد کے مطابق دریا پر چلا گیا اور با آواز بلند کہنے لگا۔ "اے دریا سید حسن اپنی کتاب طلب کرتے ہیں" ادھر زبان سے یہ الفاظ نکلے ادھر کتاب سطح آب پر نمودار ہوئی ' خادم نے فوراً کتاب کو اٹھا لیا تعجب کا مقام تو یہ تھا کہ کتاب جوں کی توں خشک تھی اب تو خادم خوشی سے دوڑتا ہو کتاب لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا

حضرت سید غلام صاحب یہ کرامت تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اولیاء اللہ ذات و صفات باری تعالیٰ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ان کے وجود سے ظاہر ہوتے ہیں

حضرت سید غلام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نواب امیر خان حضرت سید حسن رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ شکاری جانوروں کے شکار کے لیے جارہا ہوں میری یہ آرزو ہے کہ حضور بھی میرے ساتھ تشریف لے جائیں اور شکار دیکھیں آپ نے اس کے التماس کو قبول کرلیا اور گھوڑے پر سوار ہوگئے ' جب اپ جنگل میں پہنچے تو ایک ہرن دوڑا نواب صاحب نے لشکریوں کو حکم دیا کہ اس ہرن کو گھیرے میں لے لیں اور اس کو وہی شخص شکار کرے جس کے آگے سے یہ نکلے لہذا سب نے اسی طرح کیا اور لشکری اسی کے گرداگرد کھڑے ہوگئے اور وہ ہرن ان کے درمیان چوکڑیاں بھرتا رہا جس طرف بھی دوڑتا نکلنے کی راہ نہ پاتا یہاں تک وہ ہرن حضرت سید حسن رحمتہ اللہ علیہ کے آگے سے نکلا آپ کے پاس تیر و کمان نہ دیکھا لہذا ایک ہی جست لگائی اور لشکر صف سے باہر نکل کر اپنے گھر کی راہ لی ' نواب کے حکم کے مطابق کسی لشکری نے اس ہرن پر حملہ نہ کیا آخر نواب صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا! اے سیدی ہرن آپ کے آگے سے نکلا اسی لیے کسی نے حملہ نہیں کیا اب جس طرح آپ کا ارشاد ہو اس طرح کیا

جائے ' آنجناب نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑتے ہوئے آواز دی کہ شکار تو کہاں جارہا ہے تو' تو ہمارا رزق ہے ' اچانک سب نے دیکھا کہ ہرن چلنے سے معذور ہوگیا اور زمیں پر گر گیا ' حضرت سید حسن رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فوراً اس ہرن پر پہنچو اور اسے ذبح کرو اس کے جگر میں تیر کی زد کی طرح سوراخ ہے یہ ولایت مآب حضرت سید حسن رحمتہ اللہ علیہ کی اس قہر آلود آواز کا اثر تھا جو انھوں نے ہرن کو دی تھی " حضرت غلام صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی وہ مقام ہے جہاں فتوح الغیب شریف میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب سالک بدرجہ اتم کو پہنچ جاتا ہے تو مقام ولایت حاصل ہو جاتا ہے ! "اور وہ متخلق با اخلاق اللہ ہوجاتا ہے اور اس کے حکم سے کن فیکون کا ظہور ہوتا ہے کہ!

الفقیر من انا اوادان یقول لہ کن فیکون

حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ والد گرامی کے زمانہ میں پشاور کابل بلکہ غزنی تک یہ افواہ خوب پھیلی کہ سلطان زمان اورنگزیب عالمگیر فوت ہوگئے ہیں اور اسی مضمون کے خطوط تاجروں کے ذریعے اس طرف پہنچے اس خبر کے پہنچتے ہی کچھ عجیب قسم کے واقعات پیدا ہونے لگے اور امیر و غریب میں ایک انقلاب عظیم رونما ہوا ' نواب امیر خان انتہائی پریشانی کے عالم مین آنجناب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تمام حال بیان کیا اپنی پریشانی کا ذکر اور بادشاہ کے انقلاب کا بھی تذکرہ کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا! "اے امیر دل کو خوش رکھو اور اس میں کسی قسم کا تردد پیدا نہ کر ' تیرا بادشاہ صحیح سلامت ہے اور یہ تمام افواہیں جھوٹی ہیں امید ہے کہ اعلام الغیوب کے فضل و کرم سے نہایت صحیح خبر تیسرے دن تک پہنچ جائے گی اور دلوں کی تسکین کا باعث ہوگی" اس علم الیقین کو عین الیقین سے دیکھ لو گے بیان کیا جاتا ہے کہ جب تیسرے دن صبح نمودار ہوئی تو شاہجہان آباد سے ایلچی آیا 'بادشاہ کا خط پہنچایا ' امراء کے مکتوبات اور دیگر تمام لوگوں کے خطوط اس علاقے کی امن و سلامتی کے بارے میں پہنچا کے فوراً ناظم الملک کے گھر خوشی کے شادیانے بجنے لگے فقیروں میں خیرات و صدقات بانٹے گئے' علی الصبح امیر بیش قیمت تحائف لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا شکریہ ادا کیا اور بہت ہی خوشی کا اظہار کیا اور اس وقت عرض کیا کہ یا سیدی و مولائی ! یہ گنہگار اپنے آپ کو حضور کے حلقہ بگوشوں میں سے ایک سمجھتا ہے لہذا ان چھپے ہوئے بھیدوں میں سے مجھے کچھ بتائیں ! عین بندہ نوازی ہوگی! آنجناب رحمتہ اللہ علیہ نے

ارشاد فرمایا "اے امیر! معلم حقیقی یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتلانے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ میری وفات بادشاہ کے انتقال سے پہلے ہوگی اسی بناء پر اس عام افواہ پر مجھے یقین نہیں تھا' بیان کیا جاتا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کی وفات اسی طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بعد واقع ہوئی(۱۸

جب اس شہباز اوج ولایت کا انتقال ہوا تو ہر شہر اور قریہ سے لوگ آئے اور ان میں وہ حضرات بھی موجود تھے جن کا آپ پر قرض تھا حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اس قسم کے لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے تو میں نے یہ خیال کیا کہ یہ اپنے قرضہ کی وصولی کے متعلق چہ میگوئیاں کررہے ہیں۔ اس لیے میں نے ان سے پوچھا کہ تم کیا سرگوشیاں کر رہے ہو تو انھوں نے کہا کہ ہم اپ کے والد ماجد کے کشف و کرامات کی باتیں کر رہے ہیں اور اللہ جل جلالہ کی کمال صفت کو دیکھ رہے ہیں کہ اس نے اپنے بندوں کی کس طرح تربیت فرمائی ہے اور کس قدر بلند و عظیم مراتب پر ان کو پہنچایا ہے کہ بڑے بڑے داناؤں کی عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے اور بڑے بڑے عارفوں کی نظر اس کی حقیقت تک پہنچنے سے عاجز ہے حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے بھی تو ذرا اس حقیقت کی کیفیت سے آگاہ کرو تاکہ میں بھی ذوق حاصل کروں۔ انھوں نے مل کر کہا کہ چند دن پہلے جب ہم نے سید حسن رحمتہ اللہ علیہ صاحب کی شدت مرض کے متعلق سنا تو ہمیں یہ خیال ہوا کہ اگر حضور انتقال فرما گئے تو ہمارے قرضے کا کیا بنے گا جب رات ہوئی تو چند اشخاص جن کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں نمودار ہوئے ان کی جیبیں اشرفیوں اور روپوں سے بھری ہوئی تھیں ان سب نے ہم کو ایک مقام پر جمع کیا اور کہا کہ ہم کو جناب والا شان حضرت سید حسن نے بھیجا ہے ہمارے ساتھ حساب کرو تاکہ حضور پر نور کا قرض ادا کر دیا جائے۔ انھوں نے حساب کے بعد ہر ایک کا قرضہ ادا کر دیا اور جو حجتیں اور تمسکات آپ کے ہمارے پاس تھے لے کر چلے گئے اس بھری مجلس نے جب یہ واقعہ سنا تو سب زار و قطار رونے لگے جناب شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے اس واقعہ کا کوئی علم نہیں ہے پھر ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ سید حسن رحمتہ اللہ علیہ کے کاغذات دیکھیں کہ ہمارے تمسکات وہاں موجود ہیں یا نہیں حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نہایت ہی تعجب کے عالم میں اٹھا تمام کاغذات دیکھے وہ تمسکات جن کا انھوں نے ذکر کیا جوں کے توں وہاں موجود تھے اس واقعہ سے اس امر کی ایک بین دلیل ملتی ہے کہ آپ

کی مدد اور اعانت خزانہ غیب سے ہوئی نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایک ایسا شخص جس کے لاکھوں مرید ہوں اور مرید بھی کابل ' پشاور اور پنجاب کے گورنر حکام اور امراء ہوں مگر اس درویش کامل کی وفات پر یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ آپ چند ہزار روپے کے قرضدار ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی درویشی اور مسند ولایت دکانداری نہ تھی بلکہ ایک بانٹنے والا دربار تھا جہاں ہزارہا روپے 'گھوڑے' مال و مویشی اور غلہ آتا ہے اور برابر غرباء و مساکین اور بے کسوں میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔ یہی فقر کی بہت بلند پایہ سلامت روی ہے جس کی نظیر فقراء میں بہت کم ملتی ہے

حواشی

١ ☆ حضرت داتا گنج بخش رحمت اللہ علیہ ' کشف المحجوب ' مدینہ پبلشرز کراچی ص ۴۳

۲ ☆ شاہ عبدالحق محدث دہلوی ' اشعتہ اللمعات مطبع منشی نو کشور لکھنؤ ص ۵۹۴ ج ۴

۳ ☆ ذکریا شاہ صاحب بنوری کرامات اولیاء اللہ ' مترجم محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ص ۷

۴ ☆ بحوالہ نفحات الانس (اردو) ' مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمت اللہ علیہ' مدینہ پبلشرز کراچی ص ۲۲۱

۵ ☆ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان ' کنزالایمان ترجمہ قرآن ' سورۃ کہف آیت ۱۵

٦ ☆ بحوالہ جامع کرامات اولیاء علامہ یوسف نبہانی رحمت اللہ علیہ' مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۸۴

۷ ☆ حضرت داتا گنج بخش رحمت اللہ علیہ کشف المحجوب ' ص ۳۳۲ / ۳۳۳

۸ ☆ امام قشیری رسالہ قشیریہ ترجمہ ڈاکٹر پیر حسن صاحب ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد ص ۷۴۳

۹ ☆ مولانا عبدالرحمٰن جامی نفحات الانس ص ۱۷۳

۱۰ ☆ محی الدین ابن عربی ' فتوحات مکیہ شریف ' ج ۴ ۔ جز ۲ ص ۳۶۸

۱۱ ☆ حضرت مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ مکتوبات شریف ' ج ۲ ص ۱۷٦ مدینہ پبلشنگ کراچی

۱۲ ☆ ذکریا شاہ بنوری رحمت اللہ علیہ کرامات اولیاء بعد از ممات اولیاء ترجمہ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ص ۹

۱۳ ☆ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ' تفسیر مظہری ج ۱ ص ۲۶۴

۱۴ ☆ بحوالہ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ' درس شان اولیاء و ناشر ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام ص ۳۸

۱۵ ☆ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی' تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ج ۱ ص ۶۱

۱٦ ☆ سید غلام صاحب رحمت اللہ علیہ ' خوارق العادات و ترجمہ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ص ۴۳

۱۷ ☆ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ' تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص ۶۱ ' ناشر مکتبہ فیضان بازار کلاں پشاور

۱۸ ☆ سید غلام صاحب رحمت اللہ علیہ' خوارق العادات ص ۵۴ مکتبہ الحسن یکہ توت پشاور

۱۹ ☆ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص ۱۳۱

حضرت شاہ محمد فاضل رحمت اللہ علیہ قادری الگیلانی
ٹھٹھوی ثم خانیاری (کشمیر)

تحریر ○ محمد صالح قادری

نام و نسب:

آپ کا نام نامی اور اسم گرامی سید محمد فاضل ہے آپ حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی پشاوری کے برادر اصغر ہیں۔ سلسلہ نسب پندرہ پشتوں کے بعد حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک یوں پہنچتا ہے۔۱

سید محمد فاضل بن سید عبداللہ المعروف صحابی بابا بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید عبدالباسط بن سید حسین بن سید احمد بن سید شرف الدین قاسم بن سید شرف الدین یحییٰ بن سید بدرالدین حسن بن سید علاؤالدین علی بن سید شمس الدین بن سید شرف الدین احمد یحییٰ بن سید شہاب الدین احمد بن سید ابو صالح نصر بن سید عبدالرزاق بن حضرت شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہے۔۲

ولادت باسعادت:

آپکی ولادت بمقام ٹھٹہ ۱۰۲۹ھ میں ہوئی۔۳ یعنی جب آپ کے والد حضرت سید عبداللہ صاحب رحمت اللہ علیہ اپنے آبائی وطن بغداد شریف سے بغرض سیاحت نکل پڑے تو اتفاق سے ٹھٹہ پہنچے اور وہاں پر ۔مصداق اس مقولہ کے کہ' آب و دانہ کی زنجیریں فولادی زنجیروں سے مضبوط تر ہوتی ہیں' قیام فرمایا۔ وہاں کے لوگ آپ کے گرویدہ اور معتقد ہوگئے اور آپ کو کسی دوسری جگہ پر جانے نہ دیا لہذا آپ نے اسی جگہ کے ایک صحیح النسب سید گھرانے میں شادی کرلی۔ خداوند بزرگ وبرتر نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے۔ ایک کا نام سید حسن اور دوسرے کا سید محمد فاضل رکھا۔۴

تعلیم و تربیت:

آپ کی تعلیم و تربیت اور پرورش آپ کے برادر کلاں جناب سید حسن بادشاہ صاحب قادری پشاوری کے زیر سایہ ہوئی جناب سید غلام صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ جناب سید حسن صاحب بیان فرمایا کرتے تھے "برادر خورد سید محمد فاضل راہمراہ گرفتم و تعلیم راہ باطنش کردم تکمیل خود ساختم" یعنی جب میں

نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا تو اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل کو اپنے ساتھ لیا اور اس کو باقاعدہ تصوف وسلوک کی تعلیم دیتا رہا حتیٰ کہ اس کو بالکل اپنی طرح کرلیا

مورخ کشمیر جناب حضرت مفتی محمد شاہ صاحب سعادت تحریر فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنے محترم بھائی حضرت شاہ ابوالحسن قادری کی خدمت میں زانوئے ادب جھکایا ظاہری فضائل کا تلمیذ حاصل کیا سلسلہ عالیہ قادریہ کی تعلیمات وہدایت کی اجازت حاصل کی۔ ۵

سفر کشمیر:

آپ تبلیغ اسلام اشاعت سنت نبوی ﷺ اور تزکیہ نفس کے لئے اپنے برادر بزرگوار کی ہمرکابی میں کشمیر تشریف لے گئے۔۶ محمد دین فوق تواریخ اقوام کشمیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۰۹۰ھ یا اس کے ایک دو سال بعد عالمگیر کے زمانے میں دونوں بھائی پشاور سے ایک کثیر جماعت کے ساتھ کشمیر میں آئے۔۷ خواجہ محمد اعظم اپنی کتاب تاریخ کشمیر اعظمی میں رقم طراز ہیں کہ' "دہ ہزار و نودو چند بہ کشمیر رسیدند قریب صد کس از اہل و عیال و خادمان و مسافران در سایہ عاطفش می گزرانیدند"۔۸ ۱۰۹۰ھ یا ۱۰۹۲ھ یا ۱۰۹۳ھ میں کشمیر پہنچے۔ تقریباً سو افراد کا قافلہ آپ کے زیر کفالت تھا

ولایت کشمیر: جب حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ اپنے وطن مالوف یعنی پشاور کو واپس ہونے لگے تو لوگوں نے نہایت عجز و انکساری سے عرض کیا کہ آپ اسی جگہ سکونت پزیر ہوجائیں آپ نے مراقبہ کیا اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بذریعہ مکاشفہ باطنی حکم پایا کہ تم تو واپس جاؤ مگر' اس جگہ اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل کو خلافت دے کر چھوڑ جاؤ کیونکہ اس ملک کی ولایت اس کو دے دی گئی ہے۔۹ پس سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کا منشور تحریر کردیا اور دستار مبارک عطا فرمائی اور خلوت خانہ میں لے جاکر انہیں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا اور ان کا ہاتھ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ سرکار غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی جانب سے حکم ملا کہ خاطر جمع رکھیں میں ہر حال میں تمھارے ساتھ ہوں پس ابوالبرکات حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ جناب محمد فاضل رحمت اللہ علیہ سے رخصت ہو کر پشاور کو روانہ ہوئے۔۱۰

مورخ کشمیر جناب مفتی محمد شاہ صاحب سعادت تحریر فرماتے ہیں کہ "جناب سید محمد فاضل صاحب نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو کہ ابوالبرکات سید حسن قادری کی حیات طیبہ کا مشغلہ تھا۔ یعنی تبلیغ اسلام ' اشاعت سنت نبوی ﷺ کے طریقہ کے ارشادات کی تبلیغ کا

فریضہ آپ مختلف بلاد سے آنے والوں کے ساتھ نہایت ہی تواضع' انکساری' دل نوازی اور خاطرداری سے پیش آیا کرتے تھے بالخصوص سادات کرام' علماء عظام کی تعظیم وتکریم کا فریضہ بجا لانا آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ نیز فرماتے ہیں کہ آپ روحانی تعلقات ذکر وفکر' مراقبہ' مکاشفہ اور قرآن خوانی کا لطف اٹھاتے تھے (۱۱)

شادی:

آپ کافی عرصہ تک کنارہ کش اور یک سو رہے کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے اور ایک حد تک آمدورفت کا سلسلہ بھی محدود کرچکے تھے بقول جناب مورخ کشمیر صاحب " ایک خاص عرصہ تک خلوت نیشنی کی حالت اختیار کر کے بلا نکاح رہے یہاں تک کہ شادی کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے آپ لکھتے ہیں " آخر الامر باطنی اشارہ پایا ۔ محبوب سبحانی کی نورانی روحانیت رونما ہوئی اور آپ کی جناب سے (یا ولدی) "اے میرے بیٹے" کا خطاب پایا اور پھر نکاح کیا۔۔۱۲ نیز محمد دین فوق تواریخ اقوام کشمیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ محمد فاضل کی شادی کشمیر کے ایک اعلے خاندان میں ہوگئی۔۔۱۳

جودوسخا: آپ مسند درویشی پر متمکن تھے رغبت دنیا وجاہ طلبی سے لا تعلق تھے مقررہ آمدنی میسر نہ تھی تاہم عام فیاضی ۔ نان دہی اور غرباء پروری کے مخصوص اوصاف سے متصف ہوکر ہدیۂ وتحائف کی آمدنی کا کثیر حصہ صرف کر دیتے تھے۔ صرف اہل وعیال کی ضروریات کے لئے کفایت شعاری کا اصول مد نظر رکھتے تھے۔ بقدر قناعت صرف کرتے تھے آپ کا لنگر اتنا وسیع تھا کہ جناب مولوی سید محمد یحیٰ صاحب مفتی کامراج فرماتے ہیں: " بقدر سہ لاکھ خروار در صرف لنگر او شاں بود" یعنی (تقریبا تین لاکھ خروار فصلانہ آپ کے لنگر کا خرچ ہوتا تھا) پھر جو تحائف وہدایا آتے آپ اسی وقت بانٹ دیتے اور شام تک ایک تنکا بھی باقی نہ چھوڑتے۔ اور یہ تمام تقسیم غرباء اور بے نواؤں میں ہوتی تھی۔۔۱۴ خواجہ محمد اعظم تاریخ "کشمیر اعظمیٰ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "ہر چہ از قوت وکسوت مردم مسافر وصادر و وارد بود وقت رخصت خرج بقدر و منزلت و مرتبہ مسافر در رعایت او تحمل و وظیفہ خواران جاہل و عالم نوعے مے فرمود کہ موجب عبرت زمانہ شد"۔۱۵

آپ کی تعریف و توصیف جناب مولانا خواجہ بہاؤالدین متو سے' اس طرح مرقوم ہیں!

۱ ☆ آنکہ قطع ہمہ منازل کرد
در رہ عشق میر فاضل کرد

۲ ☆ مہر تابندہ اے بنور صفا
نام شاہی بنام او زیبا

۳ ☆ بہر ذرئے زعشق موجزن است
کہ برادر زشاہ ابوالحسن است

۴ ☆ دست او بحر از عطا و کرم
روضہ اش رشک بوستان ارم

۵ ☆ بو داز بس کہ در عطا یکتا
ازکف دست او کف دریا۔۱۷

وصال: خواجہ محمد اعظم تاریخ کشمیر اعظمی میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات تسع عشر من جمادی الاول ۱۱۷۰ھ روز چہار شنبہ خر روز ظہر رسید نمبر۱۷ محمد دین فوق صاحب تواریخ اقوام کشمیر میں تحریر کرتے ہیں کہ شاہ محمد فاضل قادری ۱۰ جمادی اولال ۱۱۷۰ھ کو سری نگر میں وفات پاگئے۔ زیارت گاہ موئے مبارک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اندر آپ کا مزار ہے۔

"زدہ سر ز آسماں ہاتف بگفتا
بگو سید محمد فاضل ما۔۱۸

اولاد: حضرت شاہ محمد فاضل رحمت اللہ علیہ سے چار بیٹے اور چار بٹیاں تھیں

صاحبزادے: سید عبدالقادر سید عبداللہ عرف سید وزیر شاہ شاہ لطف اللہ ' سید فضل اللہ۔۱۹ آپ کے ہر تین فرزند وزیر شاہ' لطف اللہ شاہ اور فضل اللہ شاہ لاولد فوت ہوگئے۔۲۰

سید عبدالقادر حضرت شاہ محمد غوث کے داماد تھے آزاد کشمیر کے شعراء وعلماء میں درجہ امتیاز رکھتے۔۲۱ آپ کے صاحبزادے میر سید بزرگ شاہ صاحب تھے آپ بھی عالم وفاضل اور علماء و صلحاء کی صحبت کو دل و جان سے عزیز رکھتے تھے۔۲۲ ان کے دوفرزند تھے سید حسن و سید علی یہ دونوں بھائی لاولد تھے۔ اور حضرت شاہ محمد فاضل کی اولاد کا سلسلہ یہیں ختم ہوگیا۔۲۳

صاحبزادیاں: ان میں سے دو شادی سے قبل ہی انتقال کر گئی تھیں دوسری دو صاحبزادیوں کی شادیوں کے لئے آپ نے دو حقیقی بھائیوں سید محمد تقی و سید محمود کو جو حضرت

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے اور آپ کے اعزہ میں سے تھے ان دونوں بھائیوں کے نکاحوں میں دے دیں۔۲۴

کرامات :

آپ کے کشف و کرامات **لاتعد ولا تحصی** ہیں اور آپ کی ہزاروں کرامتیں زبان زد خاص و عام ہیں اگر ہر ایک کرامت کا ذکر کیا جائے تو ایک الگ دفتر کی ضرورت ہے۔۲۵
حضرت سید محمد فاضل رحمت اللہ علیہ کو سلوک و معرفت کا وہ رتبہ بلند نصیب ہوا کہ اکثر اوقات آپ سے مردوں کا زندہ ہونا' ظہور پزیر ہوا جو کہ سلوک و معرفت میں درجہ نہایت ہے کہ' **الفقر اذاتم هوالله** ہے۔ یعنی جب مرتبہ فقر مکمل ہو جاتا ہے تو فقیر فنا تام ہو کر خود نہیں رہتا

مولانائے روم فرماتے ہیں!

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود۔۲۶

جناب شاہ ابوالحسن صاحب کے فیض یافتہ صوفی مرتاض جناب میر محمد افضل صاحب اندرابی صائم الدہر و قائم اللیل بزرگ تھے۔ خلوت گزینی ان کو اس حد تک محبوب تھی کہ اپنی جگہ سے ایک قدم بھی جانا دشوار تھا۔ سید محمد فاضل صاحب کے انتقال پر ہی بزرگ آپ کے جنازہ پر تشریف لائے اب سماں یہ تھا کہ ایک خادم نے اس وارفتگی کا ماجرا پوچھا تو آپ کے کلمات مندرجہ ذیل تھے۔

"کہ چکو نہ بازپس از لگا لاوے بے نماندم کہ تسلی از تجلی جمال دیدار حضرت سید الابرار نبے شدم و نحضرت باجمیع صحابہ در جنازہ حضرت بخی مرحوم خود تشریف وزنہ بودند"

ترجمہ ○ کس طرح میں اس جنازے کے قربان نہ ہوتا جبکہ سرکار مدینہ خود اس جنازے پر تشریف لائے تھے اور میں ان کے جمال جہاں آراء کی تجلیات سے سیر نہ ہو سکتا تھا اور پھر صحابہ کرام بھی ساتھ موجود تھے۔۲۷

حواشی:

۱ ☆ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی' تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ مکتبہ فیضان بازار کلاں پشاور ص ۲۵
بازار کلاں پشاور ص ۲۵

۲ ☆ ایضاً ص ۲۶

۳ ☆ ایضاً ص ۶۵

۴ ☆ ایضاً ص ۱۵ ' ۴۶

۵ ☆ ایضاً ص ۶۵

۶ ☆ ایضاً ص ۶۵

۷ ☆ محمد دین فوق تواریخ اقوام کشمیر ویری ناگ پبلشرز میرپور آزاد کشمیر مارچ ۱۹۹۱ء جلد ۱ ص۔ ۱۵۸

۸ ☆ خواجہ محمد اعظم شاہ رحمت اللہ علیہ تاریخ کشمیر اعظمی مطبع محمدی واقع لاہور (۱۳۰۳) ص ۲۰۱

۹ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص ۶۵ ، ۶۶

۱۰ ☆ سید غلام بن سید محمد عابد رحمت اللہ علیہ خوارق العادات مترجم سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ص ر
۴۹

۱۱ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص ۶۶ ، ۶۷

۱۲ ☆ ایضاً ص ر ۶۷

۱۳ ☆ محمد دین فوق تواریخ اقوام کشمیر ج ۱ ص ۱۵۹

۱۴ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص ۔ ۶۷

۱۵ ☆ خواجہ محمد اعظم تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۰۱

۱۶ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص ۔ ۶۹

۱۷ ☆ تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۰۲.

۱۸ ☆ تواریخ اقوام کشمیر ص ۔۲۱۱

۱۹ ☆ ایضاً ص ۲۱۱

۲۰ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص ۔ ۶۸

۲۱ ☆ تواریخ اقوام کشمیر ص ۲۱۱

۲۲ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص ۷۱

۲۳ ☆ تواریخ اقوام کشمیر ص ۲۱۲ ، ۲۱۳

۲۴ ☆ ایضاً ص ۲۴۳

۲۵ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص ۶۹

۲۶ ☆ سید غلام رحمت اللہ علیہ خوارق العادات مترجم سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ۔ ص ۴۹

۲۷ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص ۔ ۶۹

صوتِ حسنؑ

جناب آقا
سیّد عنایت علی شاہ
صاحب
ضیاؔ جعفری
القادری
(مرحوم)

اے شہ نشین مسندِ ایوانِ آرزو — اے صبح نو بہارِ گلستانِ آرزو
اے سجدہ گاہِ قبلۂ ایمانِ آرزو — در مصر دیدہ یوسفِ کنعانِ آرزو

دِل در ہوائے کوئے تو پرواز میکند
بنگر شکستِ شیشہ چہ آواز میکند

دودِ چراغ کشتہ ام اے مشعلِ صفات — من تیرہ روزگارم و تو آفتابِ ذات
بے آب مثلِ ماہی ام اے چشمۂ حیات — اے از جمالِ روئے تو رخشندہ شش جہات

باشد کہ از کرم نظرے سوئے ما کنی
بیمارِ خویش را بہ نگاہے شفا کنی

اے نورِ دیدۂ شہِ جیلیؒ جہاں پناہ — اے کارساز عالم و اے قدسِ بارگاہ
اے چشمِ مہر و ماہ براہے تو گردِ راہ — شاہاں گدائے کوئے تو با افسر و کلاہ

اے حجلہ گاہِ دیدۂ پاکاں سرائے تو
اے شہسوارِ حسن دو عالم فدائے تو

ہر دم نثارِ روئے تو شمعِ جمالِ طور ہر جنبشِ نگاہِ تو موجِ مے طہور
چشم و چراغِ شاہِ نجف منبعِ سرور فیضانِ قادری ز تو ہر لمحہ شد ظہور

ویرانہ ہا ز حسنِ تو آباد گشتہ است
پیشاور از جمالِ تو بغداد گشتہ است

سرمایۂ بہارِ ازل نکہت آفریں اے پادشاہ سلسلۂ زلف عنبریں
اے صدرِ بزمِ میکدۂ جامِ زرگیں در تیرہ شب ستارہ فشاں لعلِ شکریں

اے آفتاب ایں شبِ تارم سحر نما
از جلوہ گاہِ نورِ قدیمم خبر نما

اے ماہِ حسن پرور و مہرِ ضیا نواز اے آبروئے میکدۂ چشمِ نیم باز
ہر لحظہ از جبینِ تو پیدا جہانِ راز ہر سجدۂ بہ کوئے تو باشد مرا نماز

زیبِ گدائے کوئے ترا نازِ سروری
داند فقیرِ راہِ تو رازِ سکندری

حضرت ابو البرکات سید حسن قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ اور معاصر علماء و مشائخ عظام

تحریر ○ سید فرمان شاہ قادری
ایم اے تاریخ
ایم اے سیاسیات

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمتہ اللہ اپنے والد گرامی قدر حضرت عبداللہ شاہ المعروف صحابی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بارہ سال تک ریاضات و مجاہدات میں مصروف رہے اور پھر تبلیغ اسلام واشاعت سلسلہ عالیہ قادریہ کے لئے ٹھٹھہ سے نکل کر ہند و پاک کشمیر اورافغانستان کے مختلف علاقوں کا سفراختیار کیا اور بالاخر حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق پشاور میں قیام فرمایا اس عرصہ میں آپ نے سینکڑوں جلیل القدر علماء و مشائخ سے ملاقات فرمائی۔ زیر نظر صفحات میں آپ کے چند معاصر مشائخ عظام اور علمائے کرام کے حالات پیش کئے جارہے ہیں۔

حضرت میاں میر قادری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت میاں قادری کا اصل نام میر محمد تھا (۱) میاں کا اضافہ آپ کے نام کے ساتھ ادب واحترام کی وجہ سے کیا گیا۔ آپ سندھ کے قدیم شہر سہون میں پیدا ہوئے آپ کا گھرانہ علم و فضل میں بڑی شہرت رکھتا تھا آپ سات سال کی عمر میں شفقت پدری سے محروم ہوگئے علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علائق دنیا سے منہ موڑ کر آپ نے حضرت شیخ سیوستانی رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی پچیس سال کی عمر میں لاہور تشریف لائے اور یہاں ریاضت و عبادت کے ساتھ ساتھ سلسلہ رشد وہدایت شروع کیا آپ کی تمام زندگی ریاضت و مجاہدات میں گزری کبھی کبھی استغراق کی یہ حالت ہوتی کہ ایک ایک ماہ بغیر کھانے پینے کے گزار دیتے (۲)

دارشکوہ آپ کا بڑا عقیدت مند تھا اس نے اپنی کتاب "سکینتہ الاولیاء" میں حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات لکھے ہیں شہزادہ موصوف نے "سکینتہالاولیاء" میں آپ کی بے شمار کرامات و خوارق عادات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

دارشکوہ کا بیان ہے کہ میں بیس سال کی عمر میں بیمار ہوا یہاں تک کے اطباء میرے علاج سے عاجز آگئے میرے والد مجھے حضرت میاں میر صاحب کے پاس لے گئے اور عرض کی کہ معالج اس کا علاج نہیں کرسکتے آپ ہی اس پر توجہ فرمائیں۔ حضرت صاحب نے پانی کا ایک پیالہ دم کر کے مجھے پینے کے لئے دیا تو اسی ہفتے مجھے صحت ہوگئی اور بیماری بالکل جاتی رہی اس کے بعد شہزادے کو آپ سے انتہائی عقیدت ہوئی' شہزادہ جب بھی حضرت میاں میر سے ملاقات کے لئے آپ کے آستانے پر حاضری دیتا تو جوتیاں اتار لیتا اور ننگے پاؤں ہو جاتا(۳)

حضرت میاں میر صاحب سے ملاقات کے بارے میں حضرت سید حسن بادشاہ فرماتے ہیں کہ جب میں بحکم غوث الاعظم رضی اللہ عنہ پشاور کی طرف روانہ ہوا تو زبدۃ الاولیا حضرت میاں میر کو دیکھا(۴)۔

آپ نے اٹھاسی برس کی عمر میں ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کو وصال فرمایا(۵) اور لاہور میں دفن ہوئے

حضرت شاہ دولہ گجراتی رحمتہ اللہ علیہ

شاہ دولا کا شمار پنجاب کے مشہور صوفیاء کرام میں ہوتا ہے آپ کا تعلق پنجاب کے شہر ضلع گجرات سے تھا۔ آپ بہت خدا رسیدہ بزرگ تھے(۶)

حضرت شاہ غلام صاحب خوارق عادات میں فرماتے ہیں کہ' حضرت سید حسن بادشاہ جب شاہ جہان آباد سے حضور غوث پاک کے اذن سے پشاور روانہ ہوئے اور گجرات پہنچے تو شاہ دولہ کی زیارت کے لئے گئے آپ نے سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ سے بہت محبت اور التفات سے ملاقات فرمائی سید حسن رحمت اللہ علیہ نے آپ کے پاس چند روز قیام فرمانے کے بعد جب اجازت مانگی تو آپ نے اجازت نہ دی۔ جس پر سید حسن رحمت اللہ علیہ نے اصرار کیا اور فرمایا کہ انشاء اللہ پھر آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہونگا جواب میں

حضرت شاہ دولہ نے فرمایا کہ اے سید محبت دوستاں بہت غنیمت چیز ہے پھر میسر نہیں آتی تمہیں اس جہاں کی ولایت بخشی گئی ہے اور ہمیں اس جہاں کی طرف بلایا گیا ہے(۷)

آپ کی وفات ۱۰۸۵ھ میں ہوئی صوبہ پنجاب کے شہر گجرات میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے(۸)

حضرت شیخ محمد اسماعیل المعروف وڈا میاں صاحب

حضرت شیخ محمد اسماعیل ۹۹۵ھ میں بمطابق ۱۵۸۶ء موضع ترگڑ علاقہ پوٹھوہار میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد کا نام فتح اللہ اور دادا کا نام عبداللہ خان تھا۔ آپ قوم کھوکھر سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والدین ترک سکونت کر کے دریائے چناب کے پاس موضع لنگر میں رہائش پزیر ہوگئے ۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ایک متشرع فاضل اور عارف کامل سے حاصل کی 'جس کا نام عبدالکریم تھا(۹)

آپ علم فقہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے ۔ آپ ۴۵ برس کی عمر میں لاہور تشریف لائے ۔ جبکہ تحقیقات چشتی میں لکھا ہے۔ کہ ۳۳ برس کی عمر میں لاہور آئے اور محلہ تیل پورہ میں سکونت اختیار کی ' اس محلے میں سید محمود نامی ایک رئیس رہتے تھے جو بہت متقی انسان تھے انہوں نے آپ کو فرمایا کہ لاہور میں مکمل سکونت اختیار کرنے سے پہلے حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے مزار پرانوار پر چالیس روز چلہ کاٹو۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور قلبی تسکین حاصل کی(۱۰)

مغل بادشاہ شاہ جہان آپ کا بڑا عقیدت مند تھا اس نے مدرسہ کے اخراجات کے لیے سالانہ وظیفہ مقرر کیا ۔ جب کہ اورنگزیب عالم گیر بادشاہ نے طلباء کے لیے ہوسٹل تعمیر کیا' جہاں طلباء کی رہائش اور کھانے کا مکمل انتظام تھا۔

آپ نے ۹۰ برس کی عمر پائی اور ۱۰۸۵ھ بمطابق ۱۶۷۴ء دور عالم گیر میں وفات پائی ۔ عالم گیر بادشاہ نے آپ کا مقبرہ تعمیر کروایا(۱۱)

حضرت حاجی بہادر (کوہاٹی)

آپ کا اسم گرامی عبداللہ اور والد کا نام سید سلطان محمد تھا لیکن حاجی بہادر کے لقب سے مشہور ہوئے آپ ۲۹ رجب ۹۸۹ھ میں ہندوستان کے شہر آگرے میں پیدا ہوئے۔ آپ سترہ برس کے تھے کہ دل میں حضرت سید آدم بنوری سے ملاقات کی تڑپ پیدا ہوئی۔ حضرت سید آدم بنوری حضرت مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ میر محمد کلاں جو حضرت آدم بنوری کے خلیفہ تھے کی وساطت سے حضرت آدم بنوری کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا! یہ بچہ بہت بہادر ہے۔ اپنی خداداد استعداد اور صلاحیت سے علوم ظاہری و باطنی جلد سے حاصل کرے گا(۱۲)

آپ نے حضرت سید آدم بنوری کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور مسلسل گیارہ سال آپ کی صحبت میں گزارے آپ نے مرشد کی نظر میں بہت جلد ہی مقام حاصل کرلیا تھا اکثر آدم بنوری رحمت اللہ علیہ آپ کو مخاطب کرکے حقائق و معارف بیان فرماتے اپنے پیر طریقت کے ساتھ حج بیت اللہ اور روزہ رسول ﷺ کی سعادت حاصل کی طریقت کے اسرار و رموز سیکھنے کے بعد صوبہ سرحد کے شہر کوہاٹ کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور لوگوں کی اصلاح و تربیت کا کام بڑی تندہی سے شروع کیا۔

جب آپ نے ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کرنے کا دعویٰ کیا تو اس وقت کے علماء نے اسے خلاف شریعت مانتے ہوئے مغل بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر سے کہہ کر آپ کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہا' چناں چہ اس مقصد کے لیے حسن ابدال کا مقام منتخب کیا گیا' حضرت حاجی بہادر بابا رحمت اللہ علیہ کوہاٹ سے براستہ پشاور حسن ابدال روانہ ہوئے' جب پشاور پہنچے تو یہاں کے علماء و مشائخ سے ملاقات کی۔

سوانح حاجی بہادر کے مصنف سید لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں "زائرین میں قابل ذکر شخصیت میر محمد حسن (ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ) کی تھی' آپ شریف النسب ہونے کے علاوہ اپنے زمانے میں علوم حدیث نبویہ کے جید عالم تھے اور میدان معرفت کے شاہ سوار تھے۔ آپ نے حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا (۱۳) چناں چہ اس مناظرے میں آپ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اور عالم گیر بادشاہ نے متاثر ہو کر آپ کی بیعت کا شرف حاصل کیا"(۱۴)

آپ نے ماہ رجب ۱۰۹۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار کوہاٹ شہر میں واقع ہے (۱۵)

حضرت شیخ حبیب رحمت اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی حبیب اللہ المعروف شیخ حبیب ہے۔ آپ ۱۱ محرم الحرام ۹۸۷ھ میں سرہند کے مقام پر پیدا ہوئے (۱۶) آپ نے ابتدائی تعلیم سرہند میں حاصل کی زیادہ وقت حضرت سید آدم بنوری کی صحبت میں گزارتے۔ آپ مرشد کے اتنے منظور نظر تھے کہ جب آدم بنوری حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لیے گئے تو اپنے اس چہیتے مرید کو بھی ساتھ لے گئے۔ اپنے مرشد سے تصوف کے اسرار و رموز سیکھنے کے ساتھ ساتھ سلسلہ نقشبندیہ کے وظائف اور اسباق کی تکمیل فرمائی۔ آپ اتنے خوش قسمت تھے کہ مرشد پاک نے مکہ مکرمہ میں ۲۱ رجب ۱۰۳۸ھ میں اسباق طریقت کی تکمیل پر سند خلافت عطا فرمائی(۱۷)۔ حج بیت اللہ کے بعد واپس سرہند تشریف لائے اور صوبہ سرحد اور افغانستان سے ہوتے ہوئے کابل تشریف لے گئے۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے ان علاقوں میں سلسلہ نقشبندیہ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی عوام و خواص آپ کی صحبت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے، کئی لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی کچھ عرصہ کابل میں قیام کرنے کے بعد آپ پشاور تشریف لائے اور سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کے قریب ہی مشرق کی طرف کاکشال کے علاقہ کو اپنا مسکن بنایا(۱۸) یہاں آپ نے تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ لنگر بھی جاری کیا۔ آپ نے تمام زندگی عبادت و ریاضت میں گزار دی، ہر وقت ذکر الٰہی اور عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ کی صحبت کا یہ عالم تھا کہ جو شخص ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرتا وہ آپ کی گفتگو اور صحبت سے اتنا متاثر ہوتا کہ وہ بار بار آپ کی صحبت اور زیارت سے مشرف ہونے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا تھا۔ آپ کی توجہ اور نظر عنایت سے بڑے بڑے بدکار اور ڈاکو راہ راست پر آجاتے

حضرت شیخ حبیب رحمت اللہ علیہ نے ۱۲ صفر ۱۰۹۹ھ میں وصال فرمایا(۱۹) ابوالبرکات سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کے مزار کے مشرق کی طرف چند گز کے فاصلے پر آپ کا مزار واقع ہے۔

حافظ عبدالغفور نقشبندی رحمت اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی عبدالغفور والد کا نام صالح محمد اور آبائی وطن کشمیر تھا آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور بعد میں درس نظامی کی سند حاصل کی اور پھر اپنی تمام زندگی اسلام کی خدمت اور دین کی سربلندی کے لئے وقف کر دی

علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد آپ رحمت اللہ علیہ کو سکون قلب حاصل کرنے کے لیے ایک مرشد کامل کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ روحانی فیوضات و برکات حاصل کرنے کے لیے آپ نے مختلف مشائخ عظام کی خدمت میں حاضری دی حضرت سید علی ہمدانی رحمت اللہ علیہ کی خانقاہ واقع کشمیر سے سلوک و معرفت کی ابتدائی منازل طے کرنے کے بعد پشاور کی طرف رخت سفر باندھا ۔ اور باقی ماندہ زندگی یہیں پر گزار دی (۲۰)

حضرت میاں عمر رحمت اللہ علیہ اپنی کتاب "ظواہرالسرائر" میں لکھتے ہیں کہ جناب حافظ عبدالغفور صاحب نے پشاور کے دیگر علماء و مشائخ سے استفادہ کرنے کے علاوہ جناب حافظ محمد اسماعیل غوری کی صحبت سے خوب فائدہ اٹھایا اور پھر حضرت شیخ سعدی لاہوری (خلیفہ حضرت آدم بنوری) سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ مرشد کی صحبت میں کچھ وقت گزار کر سلوک و معرفت کے مزید مدارج طے کیے۔ پھر مرشد نے آپ کو تصوف کے چاروں سلاسل کی خلافت عطا فرمائی(۲۱)

آپ اپنے دور کے عظیم مبلغ جید عالم اور برگزیدہ و روحانی پیشواء تھے آپ اصلاح معاشرہ پر زیادہ زور دیتے تھے اور ان تمام فضول رسم و رواج اور بدعات کے خلاف لوگوں کو وعظ کرتے جو معاشرہ کا حصہ بن چکی تھیں ' آپ لوگوں کے باہمی تنازعات اور جھگڑوں کو ختم کرنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے تھے ۔ آپ کی وفات ۲۳ شعبان ۱۱۱۶ھ میں ہوئی ۔ آپ کا مزار شریف تھانہ شرقی پشاور چھاؤنی کے بالکل مقابل نہر کے کنارے واقع ہے(۲۲)

حضرت میاں جان محمد رحمت اللہ علیہ

حضرت میاں جان محمد صاحب تصوف کے سلسلہ سہروردیہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ آپ لاہور کے محلہ پرویز آباد میں رہتے تھے جو چاہ میراں کے قریب واقع ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے عبدالحمید لاہوری سے حاصل کی جو حضرت میاں وڈا صاحب کے خلیفہ و مرید تھے اس کے بعد آپ نے حضرت شیخ تیموری لاہوری کی صحبت میں وقت گزارا یہاں تک کہ آپ کا شمار

لاہور کے ممتاز علمائے کرام میں ہونے لگا(۲۴)

آپ نے حضرت میاں وڈا صاحب سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت و خلافت حاصل کی ۔ آپ ہفتہ میں دو دن یعنی شنبہ اور جمعہ کو حدیث شریف کا دورہ فرماتے یہ سلسلہ حضرت میاں وڈا صاحب کے انتقال تک جاری رہا ۔ آپ نے انہی سے دورہ حدیث مکمل کیا۔

حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت شاہ محمد غوث علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد حدیث شریف پڑھنے کے لیے لاہور تشریف لے گئے تو حضرت میاں جان محمد صاحب سے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی اور حدیث شریف کی اجازت بھی ان ہی سے لی(۲۵)

آپ کی وفات لاہور میں بہادر شاہ اول کے دور حکومت ۱۱۲۰ھ بمطابق ۱۷۰۸ء میں ہوئی ۔ پہلے آپ کو اپنے محلے پرویز آباد جس کا موجودہ نام خواجہ سعید ہے۔ دفن کیا گیا مگر تین سال کے بعد آپ کے تابوت کو وہاں سے نکال کر حضرت میاں وڈا صاحب کی خانقاہ میں حضرت میاں وڈا صاحب کے مزار کے پاس دفن کردیا گیا(۲۶)

حضرت شاہ لطیف المعروف بری امام رحمت اللہ علیہ

حضرت شاہ لطیف بری امام کا شمار پنجاب کے مشہور صوفیاء کرام میں ہوتا ہے آپ کا اسم گرامی شاہ عبداللطیف اور لقب بری امام ہے ۔ نام کی نسبت آپ کا لقب زیادہ مشہور و معروف ہے آپ کی ولادت ضلع جہلم کے ایک گاؤں چولیاں میں ۱۰۲۶ھ میں ہوئی۔

آپ کا سلسلہ طریقت قادری طرطوسی تھا۔ بچپن ہی میں آپ کی طبیعت عبادت و ریاضت کی طرف مائل تھی۔ آپ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے حج اور زیارت رسول ﷺ سے فارغ ہونے کے بعد واپس وطن آئے تو اپنے وطن میں رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا ۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے یہاں کی دو بڑی قومیں ڈھونڈ اور رتی میں خوب اسلام پھیلا۔ آپ نے ۱۱۲۲ھ میں وفات پائی (۲۸)

آپ بڑے عابد ' زاہد اور گوشہ نشین مست و مجذوب تھے ۔ آپ کے خوارق و کرامات کی تعداد بے شمار ہیں ۔ آپ کی بزرگی کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی دور دراز سے لوگ آپ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوتے اور فیضیاب ہوتے ۔

حضرت سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کے پڑپوتے حضرت شاہ غلام رحمت اللہ علیہ خوارق العادات میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میری شاہ لطیف مجذوب سے علاقہ پوٹھوہار میں ملاقات ہوئی وہ بہت صاحب نظر بزرگ تھے یہ ملاقات بہت مکمل تھی میں ایک دو روز ان کے ہاں گزارنے کے بعد رخصت ہوگیا(۲۹)

سال ہا سال سے شاہ لطیف کا میلہ راولپنڈی شہر سے بارہ میل دور نور پور شاھاں (اسلام آباد) میں منعقد ہوتا ہے جس میں ملک کے دور دراز علاقوں سے لوگ شرکت کرتے ہیں۔

حضرت شیخ اخوند محمد نعیم رحمت اللہ علیہ

آپ کا اسم شریف اخوند محمد نعیم ہے آپ جلال آباد (افغانستان) کے ایک گاؤں محمود کامہ میں رہائش پزیر تھے(۳۰) آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل مقامی اساتذہ سے کی اور فراغت کے بعد اپنے علاقے میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت حاجی بہادر صاحب کوہاٹی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ تین سال کی ریاضت و مجاہدہ کے بعد حضرت حاجی بہادر صاحب نے آپ کو خلافت عطا کی (۳۱) ذکر الٰہی میں آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ کی رگ رگ سے ذکر کی آواز بلند ہوتی۔ جس کو قریب بیٹھے ہوئے لوگ بھی سن سکتے تھے اپنے حجرے میں جب بھی ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے تو دیواروں سے بھی آپ کے ذکر کی آواز نکلتی تھی جسے عام لوگ بھی سنتے تھے

حضرت شاہ محمد غوث فرماتے ہیں کہ میں جب بھی آپ کی خدمت میں بغرض حصول علوم ظاہری و باطنی حاضر ہوتا تو آپ بہت شفقت فرماتے اور سلسلہ نقشبندیہ کے باطنی فیوضات سے مستفیض فرماتے(۳۲) آپ نے ۱۲۱۱ھ میں وفات پائی آپ کا مزار موضع کامہ جلال آباد (افغانستان) میں ہے(۳۳)

حضرت شیخ محمد یحیٰ المعروف (اٹک حضرت جی بابا)

آپ کا نام شیخ یحییٰ لقب سرالاعظم اور کنیت ابو اسماعیل تھی۔ والد صاحب کا نام پیر داد تھا آپ ۱۰۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ سعدی لاہوری کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ آپ بہت بلند پایہ عالم ' زاہد 'تقویٰ دار اور ولی کامل تھے(۳۴)

آپ علم و عرفان اور تصوف کا ایسا سرچشمہ تھے کہ نہ صرف عوام بلکہ علماء و مشائخ عظام بھی ان کی خدمت میں حاضری باعث فخر سمجھتے تھے ۔ آپ لوگوں کو تزکیہ نفس اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتے تھے صوبہ سرحد کے دو مشائخ عظام نے آپ کی صحبت سے خصوصی فائدہ اٹھایا ۔ ایک تو حضرت شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری ہیں اور دوسرے حضرت میاں محمد عمر چمکنی ہیں ۔

حضرت شاہ محمد غوث نے سلسلہ نقشبندیہ میں آپ سے روحانی استفادہ حاصل کیا۔ آپ شاہ محمد غوث پر خاص عنایت فرماتے۔ حضرت شاہ محمد غوث آپ کی عظمت و شان جلالت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت جی صاحب کا تمام وقت یاد الٰہی میں گزرتا ' آپ یاد الٰہی میں اس طرح مستغرق ہوتے کہ کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہ ملتی ' آپ کی مجلس اس قدر پروقار ہوتی کہ کسی کو بات کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی ۔ آپ ہمیشہ زمین پر سوتے اور کبھی تکیہ سرہانے نہیں رکھتے تھے ۔ تمام لوگ آپ کی نظر میں یکساں تھے۔ ہر ضرورت مند کی حاجت روائی کرتے۔ آپ کے لنگر خانے سے کثیر افراد کو کھانا ملتا تھا (۳۵)

آپ نے ۱۱۳۱ھ اٹک کے مقام پر وفات پائی ۔ آپ کا مزار پرانوار ضلع اٹک میں دریائے اٹک کے کنارے زیارت گاہ خاص و عام ہے(۳۶)

سید جمال و سید غیاث رحمت اللہ علیہما

یہ دونوں بھائی تھے اور صوبہ سرحد کے مشہور صوفی بزرگ حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا صاحب رحمت اللہ علیہ کے پوتے حضرت سید عبدالوہاب کے بیٹے اور سجادہ نشین تھے(۳۷)۔ ان کی ایک ہمشیرہ صاحبہ تھیں جو کہ طاعت و بندگی اور عبادت و ریاضت

میں رابعہ عصر تھیں۔(۳۸) حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری رحمت اللہ علیہ نے باامر باطنی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اس پاک طینت دوشیزہ کے لیے شادی کا پیغام بھیجا تو اس کے بھائی حضرت سید جمال اور سید غیاث رحمت اللہ علیہما کہنے لگے کہ یہ کوئی نو وارد مسافر ہے ہم چونکہ اس کے حسب نسب سے واقف نہیں اسلئے ہم اپنی بہن کا رشتہ اسے نہیں دے سکتے ۔ چناں چہ رات کو خواب میں دونوں بھائیوں نے اپنے دادا حضرت پیر بابا رحمت اللہ علیہ کو دیکھا کہ انہوں نے فرمایا !

"یہ شخص (ابوالبرکات سید حسن) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فرزندان عزیز میں سے ہیں اور اس زمانے میں بہ لحاظ نسب اپنی نظیر نہیں رکھتے لھٰذا فوراً تم ان کا پیغام قبول کرلو"

جب صبح ہوئی تو دونوں بھائیوں نے بلا تاخیر اپنی ہمشیرہ صاحبہ کا نکاح آپ رحمت اللہ علیہ سے کر دیا۔ اسی پاکیزہ ' عابدہ اور صالحہ بیوی سے محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث ورحمت اللہ علیہ پیدا ہوئے(۳۹)

حضرت عنایت اللہ گجراتی

مولانا عنایت اللہ صاحب گجرات کے جید عالم دین حافظ قرآن اور علوم معقول و منقول کے بے بدل فاضل تھے ۔ حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری رحمت اللہ علیہ کی توجہ کاملہ کے فیوض و برکات کا شہرہ سنا تو بغرض آزمائش حاضر خدمت ہوئے ۔ اور مناظرانہ انداز میں کہنے لگے ' حضرت میں نے سنا ہے کہ آپ کی نظر کے فیض سے عوام و جہال کے حالات بدل جاتے ہیں ۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو مجھ پر بھی ایک نظر ہو جائے ۔ آپ رحمت اللہ علیہ نے فرمایا وقت آنے پر سب کچھ ہو جائے گا ۔ لیکن علامہ صاحب نے پھر مباحثانہ انداز میں کہا "شما ابو الوقت اید" (وقت پر آپ کو قدرت حاصل ہے) یہ الفاظ سن کر آپ کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور ایسی نگاہ ڈالی کہ ' حافظ عنایت اللہ صاحب زمین سے ہوا میں بلند ہوئے اور رقص کرتے ہوئے زمین پر گرے ' لباس پارہ پارہ کردیا اور نعرے لگاتا ہوا نالہ و فریاد کرنے لگا ۔ آپ نے خادموں کو حکم دیا کہ اسے مسجد کی کوٹھری میں بند کردو ' چناں چہ تین دن تک وہاں بے ہوش پڑا رہا ' چوتھے روز آنجناب خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور توجہ

فرمائی تو علامہ صاحب ہوش میں آئے اور آپ کے قدموں میں سر رکھ کر روتے رہے ۔ بعد ازاں آپ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور آپ کی صحبت میں رہ کر سلوک و عرفان کے وہ بلند مدارج طے کیے کہ جب بھی ابوالبرکات سید حسن رحمتہ اللہ علیہ کو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ عالیہ میں کچھ عرض کرنا ہوتا تو حافظ عنایت اللہ صاحب کو ارشاد فرماتے اور وہ حجرہ خاص میں جاکر بلا تاخیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور عرض کرتے اور بارگاہ غوثیت سے جو حکم ہوتا آکر حضرت ابو البرکات رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کر دیتے(۴۰)۔

آنا نکہ خاک را بنظر کیمیا کنند　　　آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

حواشی

۱ ☆ محمد دین کلیم قادری ' مدینتہ الاولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۸

۲ ☆ ایضاً ۔ ص ۳۹

۳ ☆ صفدر حیات صفدر ہسلم حکمرانوں کے تہذیبی اور سیاسی کارنامے نیو بک پیلس لاہور ص ۲۴۴

۴ ☆ سید شاہ غلام ' خوارق العادات (اردو ترجمہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری) مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۹۲ء ص ۲۱

۵ ☆ محمد دین کلیم قادری ' مدینتہ الاولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۹

۶ ☆ مفتی غلام سرور لاہوری مدینتہ الاولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۷۳

۷ ☆ سید شاہ غلام ' خوارق عادات (اردو ترجمہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری) مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۹۲ء ص ۲۱

۸ ☆ مفتی غلام سرور لاہوری خزینتہ الاصفیاء ہوت پریس لاہور ۱۲۸۳ھ ص ۴۷۶

۹ ☆ محمد دین کلیم قادری ' مدینتہ الاولیاءاسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۶۷

۱۰ ☆ ایضاً مدینتہ الاولیاء ص ۳۷۱

۱۱ ☆ مفتی غلام سرور لاہوری مدینتہ الاولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۱۷۶

۱۲ ☆ اعجاز الحق قدوسی ' تذکرہ صوفیائے سرحد مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۳۷۲

۱۳ ☆ سید لعل شاہ ' سوانح حیات و کرامات حضرت حاجی بہادر کوہاٹی ' یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۷۲ء ص ۳۰

۱۴ ☆ ایضاً سوانح حیات حاجی بہادر ص ۵۳

۱۵ ☆ اعجاز الحق قدوسی ۔ تذکرہ صوفیائے سرحد مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۳۸۰

۱۶ ☆ سید محمد امیر شاہ الگیلانی قادری ' تذکرہ علماء ومشائخ سرحد ج دوم ص ۲۷

۱۷ ☆ سید محمد امیر شاہ الگیلانی قادری ' تذکرہ علماء ومشائخ سرحد ج دوم ص ۲۷

۱۸ ☆ محمد شفیع صابر شخصیات سرحد ' یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ص ۳۷

۱۹ ☆ سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری ' تذکرہ علماء ومشائخ سرحد ج دوم

۲۰ ☆ سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری ' تذکرہ علماء ومشائخ سرحد ج اول مکتبہ الحسن ص ۶۸

۲۱ ☆ محمد شفیع صابر ' شخصیات سرحد یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ص ۴۳

۲۲ ☆ سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری ' تذکرہ علماء ومشائخ سرحد ج اول مکتبہ الحسن پشاور ص ۷۳

۲۳ ☆ محمد دین کلیم قادری مدینتہ الاولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۷۳

۲۴ ☆ محمد دین کلیم قادری مخبتہ الاولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۷۳

۲۵ ☆ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ' تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ج اول ص ۷۵

۲۶ ☆ محمد دین کلیم قادری مخبتہ الاولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۷۳

۲۷ ☆ ڈاکٹر ام سلمٰی گیلانی محدث کبیر شاہ محمد غوث کی علمی ودینی خدمات مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۹۰ء ص ۲۹۳

۲۸ ☆ مفتی غلام سرور لاہوری ۔ حدیقتہ الاولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۳

۲۹ ☆ سید شاہ غلام ' خوارق عادات اردو ترجمہ ابوالحسنات سید احمد شاہ قادری مکتبہ الحسن ۱۹۹۲ء پشاور ص ۲۲

۳۰ ☆ ڈاکٹر ام سلمٰی گیلانی ۔ محدث کبیر شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات مکتبہ الحسن پشاور ص ۲۸۹

۳۱ ☆ ڈاکٹر ام سلمٰی گیلانی ۔ محدث کبیر شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات مکتبہ الحسن پشاور ص ۲۸۹

۳۲ ☆ ڈاکٹر ام سلمٰی گیلانی ۔ محدث کبیر شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات مکتبہ الحسن پشاور ص ۲۹۰

۳۳ ☆ ڈاکٹر ام سلمٰی گیلانی ۔ محدث کبیر شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات مکتبہ الحسن پشاور ص ۲۹۰

۳۴ ☆ اعجاز الحق قدوسی ۔ تذکرہ صوفیہ سرحد ' مرکزی اردو بورڈ لاہور ص ۴۴۲

۳۵ ☆ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" ج ۱ ص ۶۱

۳۶ ☆ ڈاکٹر ام سلمٰی گیلانی محدث کبیر شاہ محمد غوث کی دینی وعلمی خدمات مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۹۰ص ۲۹۹

۳۷ ☆ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی "تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ" مکتبہ فیضان پشاور ۱۹۹۱ص ۳۹

۳۸ ☆ مفتی غلام سرور لاہوری ' خزینتہ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۷۵

۳۹ ☆ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی "تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ" مکتبہ فیضان پشاور ۱۹۹۱ص ۴۰

۴۰ ☆ سید شاہ غلام ' "خوارق عادات" (اردو ترجمہ ابو الحسنات قادری) مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۹۲ ص

۲۵' ۲۶

ابوالبرکات حضرت سید حسن بادشاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ بغدادی ثم پشاوری

★ خالد نور قادری

آپ عظیم المرتبت اولیاء کرام میں سے ہیں جنہوں نے خاندان قادریہ کے روشن چراغ کی حیثیت سے دین اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دیں آپ کا اسم گرامی سید حسن ہے آپ کے والد کا نام سید عبداللہ صاحب المشہور صحابی رسول ہے۔۔۱

شجرہ نسب

آپ **صحیح النسب** سید ہیں آپ کا سلسلہ نسب پندرہ پشتوں کے بعد حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور اٹھائیس پشتوں کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ تک پہنچا ہے۔۔۲

(۱) حضرت علی ابن ابی طالب (۲) حضرت امام حسن مجتبیٰ (۳) حضرت حسن مثنیٰ (۴) حضرت عبداللہ محض (۵) حضرت موسیٰ الجون (۶) حضرت عبداللہ (۷) حضرت موسیٰ (۸) حضرت داؤد (۹) حضرت محمد (۱۰) حضرت یحییٰ زاہد (۱۱) حضرت سید ابو عبداللہ (۱۲) حضرت ابو صالح موسیٰ (۱۳) حضرت شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانی (۱۴) حضرت سید عبدالرزاق (۱۵) حضرت سید ابو صالح نصر (۱۶) حضرت سید شہاب الدین احمد (۱۷) حضرت سید شرف الدین احمد یحییٰ (۱۸) حضرت سید شمس الدین (۱۹) حضرت سید علاؤالدین علی (۲۰) حضرت سید بدرالدین حسن (۲۱) حضرت سید شرف الدین یحییٰ (۲۲) حضرت سید شرف الدین قاسم (۲۳) حضرت سید احمد (۲۴) حضرت سید حسین (۲۵) حضرت سید عبدالباسط (۲۶) حضرت سید عبدالقادر (۲۷) سید محمود (۲۸) حضرت سید عبداللہ المعروف صحابی رسول (۲۹) حضرت ابوالبرکات سید حسن' رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین۔۔۳

پاکستان میں آمد

حضرت سید حسن بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ کے والد حضرت سید عبداللہ صحابی رحمتہ اللہ علیہ بغداد سے ٹھٹھہ تشریف لائے اور انہوں نے یہاں تشریف لانے کے بعد ٹھٹھہ کے سادات میں شادی کرلی ۔۴ اور ٹھٹھہ ہی میں حضرت سید حسن بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی ۔۵ بچپن ہی سے آپ کا قلب زھد و اتقاء عشق الٰہی کی طرف مائل

۔ آپ اپنے والد اور دوسرے بزرگوں سے روحانی فیوض حاصل کرتے اور اپنے وقت کا بڑا حصہ ریاضتوں مجاہدوں، صفائی قلب اور عزت و تنہائی میں بسر فرماتے تھے۔

پشاور میں آمد و قیام

حضرت حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ اپنے والد کی وفات کے بعد پاک و ہند اور حجاز کا سفر کرتے اور مختلف بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے[۶۰] ۱۲۸۲ھ میں پشاور تشریف لائے۔ اور یہاں رہائش پذیر ہوگئے۔[۶۱] آپ کے قیام پشاور کے بارے میں صاحب اسرار و طریقت کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت غوث الاعظم کے ارشاد کی بنا پر سیاحت ترک کر کے پشاور میں سکونت اختیار کرلی۔

سیرت

حضرت سید حسن بادشاہ پشاوری رحمت اللہ علیہ کی سیرت و اخلاق میں خدمت خلق اور استغناعن الخلق کا جوہر سب سے زیادہ نمایاں نظر آیا ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد غوث قادری رحمت اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میرے والد ماجد کا طریقہ تھا کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے، اور ان کی بڑی خدمت کرتے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا گویا سب لوگ آپ کے عیال ہیں۔ آپ ولی کامل تھے۔ اس لئے جو بھی سائل آپ کے در پر آتا اپنی مراد پاتا۔ بے شمار بیماروں کو آپ کی دعاء سے صحت حاصل ہوتی۔ غم زدہ اور مصیبت زدوں کے دکھ کا مداوا ہوا۔ آپ اپنے پاس آنے والوں کو نیکی کی ہدایت کرتے اس طرح بے شمار مخلوق خدا نے آپ سے فائدہ اٹھایا ہر روز کئی آدمیوں کو کھانا کھلاتے۔ ہمارے گھر میں ہر وقت چولھا گرم رہتا۔ اور گھر کے خادم دن بھر کھانا تقسیم کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ نصف شب کو بھی کھانے کی تقسیم سے فرصت نہ ہوتی۔ خود کبھی کسی چیز کے لئے کسی سے التجاء نہیں کرتے تھے۔ حکام اور شاہان وقت سے وجہ دوشت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ بیواؤں اور یتیموں کی امداد کرتے اور یتیم لڑکیوں کی شادی کراتے تھے۔ جو تحائف اور نذرانہ لوگ پیش کرتے تھے۔ لنگر میں داخل کر کے عوام اور غریبوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ بڑے بڑے بدکار نیکو کار بن گئے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنے والے یاد الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ آپ رحمت اللہ علیہ کی بابرکت ذکر کی مجلسوں کی بدولت راہ سلوک طے کرنے والے عارف الٰہی ہوگئے۔ طالبان سلوک کو راہ حق ملا۔[۶۸]

بیعت

بیعت بھی اپنے ہی والد گرامی کے دست اقدس پر کی۔ اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ رحمت اللہ علیہ کا شجرہ طریقت ۹ یہ ہے۔

جناب ابوالبرکات حضرت سید حسن جیلانی رحمت اللہ علیہ نے خرقہ ء خلافت اپنے والد گرامی شہنشاہ مکلی جناب حضرت سیدنا عبداللہ شاہ صحابی جیلانی رحمت اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ انہوں نے اپنے والد سید محمود جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد سید عبدالقادر ثانی جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد سید محمود جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے سید عبدالباسط جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد سید حسین جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد سید احمد جیلانی سے انہوں نے اپنے والد سید شرف الدین قاسم جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں اپنے والد سید شرف الدین یحیٰی جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد سید بدر الدین حسن جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد سید علاؤالدین علی جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد سید شمس الدین جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد سید شرف الدین احمد یحیٰی سے انہوں نے اپنے والد سید شہاب الدین احمد جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد سید ابو صالح نصر جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد سید عبدالرزاق جیلانی رحمت اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد قطب ربانی غوث صمدانی سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔۱۰ آپ کے شجرہ اقدس کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ پشت بہ پشت سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتی ہے۔ شجرہ طریقت کے ہر جلیل القدر فرد نے تمام فیوضات باطنی سینہ بہ سینہ اپنے اپنے والد صاحب سے اخذ کئے

ریاضت و عبادت

بچپن میں ہی آپ پر محبت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا جس کی وجہ سے ہمہ وقت اپنے والد گرامی اور بعض دیگر بزرگان کرام کی معیت میں ریاضات مجاہدات اور باطنی علوم کی جدوجہد میں مشغول رہتے تھے۔ زہد و ریاضت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ' "میرے والد صاحب ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ اکثر ذکر و شغل کی عبادت میں مشغول رہتے' رات کو سونا نصیب نہ ہوتا عبادت اور زیادہ تر مراقبے میں مشغول رہتے۔ اور ورد و شوق کا آپ پر غلبہ تھا۔ خشیت

الٰہی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے صاحبزادے تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کچھ پڑھتا یا خدا کا نام زبان پر لاتا تو آپ کے آنسو جاری ہو جاتے اور اکثر روتے رہتے تھے اور جس پر توجہ فرماتے اس پر بھی شوق و ورد اور شغل کی حالت طاری ہوجاتی ۔ اور اسمائے الٰہی کی دعوت کے علم میں بھی کامل تھے ۔ آخر عمر تک ذکر مراقبے اور شغل لسانی اور قلبی میں مشغول رہے جن عزیزوں کو اسماء اللہ اور وظائف ظاہری کی طلب ہوتی تو ان کو بھی اسی قسم کی تلقین فرماتے ۔ اور بعضوں کو سلوک باطنی کے طور پر ارشاد فرماتے! اور بعضوں کو جذبہ اور توجہ سے ارشاد فرماتے! زندگی کی جوں جوں آخری گھڑیاں گزرتی جاتی تھیں جلال میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ کئی راتیں بغیر نیند کے بیٹھ کر مراقبہ میں گزر جاتیں جمعہ کی شب پوری رات ذکر شریف کا حلقہ رہتا تھا ۔ بے خودی اور محویت کی کیفیت پوری محفل پر طاری رہتی تھیں ۔ ذاکرین جب حلقہ ذکر سے فارغ ہو کر آنجناب کی طرف دیکھتے اس وقت آپ بھی مراقبہ سے نگاہ کرم اٹھا کر جس پر توجہ کرتے وہ نیم لبسمل کی طرح تڑپنے لگتا ' ایک ہی نظر سے مقام ناسوت کی سرحدیں پار کر کے مقام لاہوت میں جاپہنچتا دوران توجہ اگر کوئی پرندہ سامنے گزرتا تو وہ بھی تڑپ کر آپ کے قدموں پر نچھاور ہوجاتا ۔ اکثر طور پر آنجناب پر کیف کا عالم طاری رہتا تھا ۔ اس عالم میں بھی نماز نہ صرف پڑھتے بلکہ امامت بھی خود فرماتے ۔ کیف کے عالم کی نماز کے وقت دائیں طرف سلام پھرتے تو سارے نمازی عالم ربانی اور منصب ولایت پر فائز ہوجاتے۔ بائیں طرف سلام پھیرتے وقت سب حافظ قرآن ہوجاتے"۔ ١١

شادی

جناب سید غلام صاحب رحمت اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ۔ پشاور کے پٹھان ارباب صاحبان کے خاندان سے ایک ارباب صاحب جس نے آپ کو اس امر پر بہت مجبور کیا کہ آپ اس کی لڑکی اپنے عقد میں لے لیں' آپ نے اس کی اس خواہش کو قبول کرلیا ۔ اللہ جل جلالہ نے اس بیوی صاحبہ کے بطن سے آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام سید زین العابدین رکھا گیا ۔١٢ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے بہ امر باطن غوث اعظم کے **صحیح النسب** سادات گھرانے کے ہاں شادی طلب کی۔ آپ نے سید عباس کی بہن سے جو حضرت سید علی ترمذی المعروف (پیر بابا) رحمت اللہ علیہ کا گھرانہ تھا۔ یہ صاحبزادی جس کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی حضرت پیر بابا رحمت اللہ علیہ کی پوتی تھی اور بقول صاحب **خزینتہ الاصفیا** کا بیان ہے کہ آپ کی بیوی بھی طاعت و بندگی اور عبادت میں اپنے عہد کی "رابعہ

بصری" تھیں۔ ۱۳

اولاد

آپ کے صاحبزادوں میں شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ لاہوری نے عرفان و تصوف میں غیر معمولی شہرت و عظمت حاصل کی۔ ۱۴

وصال

حضرت اجل سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں!

"جناب حضرت قبلہ گاہی بروز جمعہ بیست و یکم ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ یک ہزار و یک دو پانزدہ بود کہ از دار فنا بہ دارالبقا رحلت فرمودند"

یعنی جمعہ کے دن ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ میں جناب حضرت قبلہ گاہی (والد محترم) دار فنا سے دارلبقا کو رحلت فرماگئے۔ جناب حضرت سید غلام صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ واقعہ ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ میں ہوا۔ ۱۵

اس حساب سے کہ آپ کی پیدائش ۱۰۲۳ھ میں ہوئی اور وصال ۱۱۱۵ھ میں ہوا۔ آنجناب کی عمر مبارک ۹۲ برس تھی آپ کی وفات پر پشاور کے علاقہ میں ایک کہرام برپا ہوگیا۔ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق ذکر الٰہی کرتے ہوئے آپ کے دولت کدہ کی طرف آرہے تھے۔ ہزار ہا لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور جس مقام پر حضور محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے نشاندہی فرمائی وہاں پر اس آفتاب ولایت و معرفت شہباز معرفت الٰہی سرتاج سلسلہ قادریہ حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔ ۱۶

آج بھی آپ رحمت اللہ علیہ کا فیض عام ہے اور مزار انور مرجع خلائق ہے۔

حواشی

۱ ☆ تذکرہ صوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص ۴
۲ ☆ درکسب سلوک و بیاد حقیقت و معرفت قلمی ' حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ ص ۵۰
۳ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ از حضرت سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ص ۳۹
۴ ☆ محدث کبیر شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی ص ۴۱
۵ ☆ ایضاً ---------------------
۶ ☆ تذکرہ اولیاء پاکستان علامہ عالم فقری ص ۴۱
۷ ☆ علماء مشائخ سرحد حضرت سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی جلد ۱ ص ۵۳
۸ ☆ تذکرہ اولیاء پاکستان علامہ عالم فقری ص ۴۲
۹ ☆ سراج الزائرین خطیب دربار محمد طفیل احمد شضوی ص ۴۲ ' ۴۳
۱۰ ☆ تذکرہ اولیاء پاکستان علامہ عالم فقری ص ۴۲
۱۱ ☆ سراج الزائرین خطیب محمد طفیل ص ۴۱ '۴۲
۱۲ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ حضرت سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ص ۳۹
۱۳ ☆ علماء مشائخ سرحد ' حضرت سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی جلد ۱ ص ۴۰
۱۴ ☆ تذکرہ اولیاء پاکستان ص ۴۳
۱۵ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ' حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی ص ۴۳ ، ۴۴